REGD NO P. 67

رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

۳ رتبوک ۱۳۴۳ ہش | ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ | ۳ ستمبر ۱۹۶۴ء

اخبار احمدیہ

قادیان یکم ستمبر۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارہ میں اخبار الفضل مورخہ ۳۰ اگست میں شائع شدہ ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ:۔

"کل حضور کو کھانسی کی تکلیف رہی۔ اس وقت طبیعت بہتر ہے"

احباب کرام خاص توجہ اور التزام کے ساتھ حضور انور کی صحت کاملہ وعاجلہ اور درازیٔ عمر کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

قادیان۔ یکم ستمبر۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد سلمہ اللہ مع اہل وعیال بفضلہ تعالیٰ خیر وعافیت سے ہیں۔

الحمد للہ

محترم الحاج مولانا عبد الرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان میونسپل کمیٹی قادیان کے صدر منتخب ہو گئے

قادیان ۲۷ اگست۔ آج جناب ایس۔ ڈی۔ ایم صاحب بٹالہ قادیان تشریف لائے۔ اور میونسپل کمیٹی کے ہال میں ماہ مئی کے الیکشن میں کامیاب ہونے والے میونسپل کمشنران کو حلف وفاداری دلایا۔ اس کے بعد ان نو ممبران میں سے آئندہ میونسپل کمیٹی کا کام چلانے کے لئے پریذیڈنٹ اور وائس پریذیڈنٹ کا انتخاب آپ کی زیر صدارت عمل میں آیا۔ کانگرس پارٹی کی طرف سے لالہ دیو راج ممبر کمیٹی وجنرل سیکرٹری منڈل کانگرس نے مولوی صاحب کا نام تجویز کیا۔ مخالف پارٹی نے سردار پریتم سنگھ صاحب کھاٹیہ کا نام پیش کیا۔ چنانچہ خفیہ ووٹنگ کے بعد کثرت آراء سے محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب کے کامیاب ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ اسی طرح وائس پریذیڈنٹ کے عہدہ کے لئے کانگرسی امیدوار شری سرداری لال صاحب بھٹی کامیاب ہو گئے۔

اس کارروائی کے بعد جناب ایس۔ ڈی۔ ایم صاحب بٹالہ دوسرے کمرہ میں تشریف لے گئے۔ اور میونسپل ہال میں قادیان کے معززین کا مختصر جلسہ ہوا۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا بلکہ بہت سے دوست باہر بھی کھڑے تھے۔ سردار ست نام سنگھ صاحب باجوہ ایم۔ ایل۔ اے کانگرس جن کی جدوجہد اور حسن تدبر کے نتیجہ میں یہ انتخاب کانگرس نے جیتا تھا وہ صدارت فرما رہے تھے۔ اس جلسہ میں جناب گیانی لابھ سنگھ صاحب فخر پریذیڈنٹ منڈل کانگرس کمیٹی قادیان۔ سردار جیون سنگھ صاحب آف طلغوال جنرل سیکرٹری ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی۔ محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب منتخب شدہ پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی قادیان۔ چوہدری مبارک علی صاحب نائب ناظر امور عامہ قادیان۔ شری سرداری لال صاحب بھٹی منتخب شدہ وائس پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی قادیان۔ سردار ست نام سنگھ صاحب باجوہ ایم۔ ایل۔ اے قادیان نے حاضرین جلسہ کو خطاب کیا۔ اور اپنی تقاریر میں اس انتخاب کو شہر کے لئے بہترین انتخاب قرار دیا۔ اور امید ظاہر کی کہ محترم مولوی صاحب اپنے تجربہ اعلیٰ اخلاق امانت دیانت کی وجہ سے شہر کی اصلاح وبہبودی کے لئے بہت کچھ کریں گے اور سب کے ساتھ انصاف ہوگا۔ اور بلا لحاظ پارٹی وغیرہ ہر چھوٹے بڑے کی تکالیف کا ازالہ ہوگا۔ اور شنوائی وداد رسی ہوگی۔ حاضرین جلسہ نے مقررین کی تقاریر پر پرجوش ہو کر بار بار تالیاں بجا کر اظہار مسرت کیا۔ گیانی لابھ سنگھ صاحب فخر نے بھی ایک لمبی تقریر مولوی صاحب کے اوصاف کے متعلق کی اور کہا کہ ستر سال کے تجربہ کے بعد میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے جس کو میں بیان کر رہا ہوں وغیرہ وغیرہ۔

محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب نے اپنی تقریر میں اپنے ہمدردوں اور سا تھیوں اور شہر نو اسیوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور امید ظاہر کی کہ سب میونسپل کمشنران شہر کی بھلائی اور بہتری کے لئے ان کے ساتھ پورا تعاون کریں گے۔ کیونکہ سب مل کر اور Sportsman Spirit کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر کے ہی ہم اپنے فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دے سکتے ہیں۔ آپ نے تقریر میں بتلایا کہ سب شہر نو اسیوں کے ساتھ انصاف ہوگا۔ خواہ وہ کسی بھی سیاسی یا مذہبی جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ نے بتایا کہ مجھے عہدہ وغیرہ کی کوئی خواہش نہ تھی اور نہ اب ہے۔ جماعتی طور پر ہی خدا تعالیٰ نے مجھے بہت بڑا عہدہ دیا ہوا ہے۔ البتہ میرے انتخاب سے قادیان نو اسیوں کا نام روشن ہوا ہے۔ کیونکہ انہوں نے مجھ پر اعتماد کیا ہے اور باوجود اکثریت میں ہونے کے مجھے پریذیڈنٹ بنایا ہے۔ تو آپ لوگ ملک کی فراخدلی اور سیکولرازم کی زندہ مثال دنیا کے کونے کونے میں پہنچے گی۔ کیونکہ جماعت احمدیہ ایک بین الاقوامی مذہبی جماعت ہے اور اس کے مشن دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یقیناً یہ خبر وہاں تک پہنچے گی۔ اور خراج تحسین حاصل کرے گی۔

اس مختصر جلسہ کے اختتام کے بعد شہر کے تقریباً بیس پچیس معززین کی مہمان نوازی سادہ رنگ میں چائے کے ساتھ تواضع کی گئی۔ شہر کے احباب کثرت کے ساتھ محلہ احمدیہ میں تشریف لا کر محترم مولوی صاحب کو مبارکباد پیش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان ذمہ داریوں کو بہتر رنگ میں سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہر حال میں حافظ وناصر رہے۔ آمین۔

اس خوشی میں رات کو منارۃ المسیح کی بتیاں روشن کی گئیں۔ اور صدر انجمن احمدیہ قادیان کے مجلد نائبین وادارہ جات ایک دن کے لئے بند رہیں گے۔

(نامہ نگار)

قادیان دار الامان میں جماعت احمدیہ کا تہترواں

جلسہ سالانہ

از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت وتبلیغ قادیان

جملہ احباب جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ امسال بھی جلسہ سالانہ قادیان کے انعقاد کے لئے ۱۸، ۱۹، ۲۰ دسمبر ۱۹۶۴ء کی تاریخیں رکھی گئی ہیں تا کہ دوست کرسمس کی چھٹیوں اور کرسمس کے دنوں میں ریلوے کے رعائتی کرایہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں جلسہ سالانہ میں شریک ہو کر اس کی برکتوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔

لہٰذا جملہ احباب جماعت عہدیداران اور مبلغین کی خدمت میں درخواست ہے کہ جمعہ اور دیگر جماعتی اجتماعوں کے مواقع پر برابر یہ اعلان جلسہ سالانہ کرتے رہا کریں۔ [illegible] دوستوں کو جلسہ میں شمولیت کی تحریک فرماتے رہیں تا کہ زیادہ سے زیادہ دوست اس بابرکت جلسہ سے علمی اور روحانی فوائد اور برکات حاصل کر سکیں۔

ملک صلاح الدین پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان ———— مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۶۲ء

"مفلوج لوگوں کا کردار"

ہماری چھوٹی سی جماعت اشاعتِ اسلام کی خاطر قربانیوں کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔ اور اس کے مبلغین دنیا بھر میں تبلیغ و اشاعت کا فریضہ بڑی تندہی سے شب و روز ادا کر رہے ہیں۔ اور ان کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں خدا کے فضل سے لاکھوں بندگانِ خدا اسلام کے سرچشمۂ ہدایت سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ ایک حیرت انگیز اور دردناک ستم ظریفی ہے کہ ہمارے مخالفین نہ صرف یہ کہ ہمیں کافر اور غیر مسلم کے خطابات سے نوازتے ہیں بلکہ وہ ہماری اشاعتِ اسلام کی مساعی کے راستوں کو مسدود کرنے کی بھی پوری پوری کوشش کرتے ہیں۔ ہم دُنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم شائع کر کے مخلوقِ خدا کو ابدی صداقتوں سے روشناس کرواتے ہیں۔ تو اس کارنامہ کو بنظرِ تحسین دیکھنے کی بجائے اسے ہدفِ تنقید بنایا جاتا ہے۔ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیغام دُنیا کے دور افتادہ گوشوں تک پہنچاتے ہیں۔ تو ہمیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ہم اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے پیٹ کاٹ کر محض رضائے الٰہی کی خاطر اسلام کی خدمت کے لئے روپیہ صرف کرتے ہیں۔ تو ہمارے راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں۔

چنانچہ حال ہی میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں ہماری جماعت کے ذکر پر جو کچھ ہوا وہ ہم معزز معاصر الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۴ راگست کے حوالہ سے پیش کرتے ہیں جو اس نے اپنے اداریئے میں "مفلوج لوگوں کا کردار" کا عنوان دے کر تحریر کیا ہے۔ معاصر مذکور لکھتا ہے:-

"پاکستان کی قومی اسمبلی میں وزارت مالیات کے پارلیمنٹری سیکرٹری نے بتایا کہ ۱۹۵۸ء سے اب تک احمدی مشنوں کو ان کی بیرونی ممالک میں تبلیغی سرگرمیوں کے لئے حکومتِ پاکستان نے بارہ لاکھ گیارہ ہزار روپے کا زرِ مبادلہ دیا ہے۔ اس پر دوقفہ سوالات کے دوران ایک ممبر نے اعتراض کیا کہ ایک ایسی جماعت کو جس کے یہ عقائد ہیں زرِ مبادلہ کیوں دیا گیا؟ اس کے جواب میں پارلیمنٹری سیکرٹری نے کہا کہ حکومت کسی کی بیجا رعایت نہیں کرتی اس کی پالیسی یہ ہے کہ جو بھی مذہبی ادارہ درخواست کرے حکومت اس کے لئے زرِ مبادلہ منظور کرے۔

حکومت نے جس جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے زرِ مبادلہ منظور کیا ہے اس نے گویا ہر سال تین لاکھ روپے کی منظوری حاصل کی۔ جس ممبر نے اعتراض کیا ہے یہ کہ حکومت ایسی ادا ایسی جماعت کے لئے زرِ مبادلہ کیوں منظور کرتی ہے اسے شرم آنی چاہیئے تھی کہ ایک مذہبی جماعت تو غیر ممالک میں تبلیغی سرگرمیوں کے لئے سالانہ تین لاکھ روپے کا زرِ مبادلہ حاصل کرے مگر اس جماعت کی جو حریف طاقتیں ہیں وہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے زرِ مبادلہ کی پھوٹی کوڑی بھی وصول نہ کر سکیں؟"

مقامِ مسرت ہے کہ معاصر نے کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر خدا لگتی بات کہہ دی۔ اور ایک ایسی حقیقت کو بیان کر دیا ہے جو گو ہمارے مخالفین کے لئے تلخ ہو لیکن اس کی حقیقت سے انکار ان کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ اور بے شک ہمیں کافر اور غیر مسلم قرار دیتے رہیں لیکن ان سرکاری اعداد و شمار سے وہ یہ تو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ گذشتہ چار سال میں ہماری جماعت نے بیرونی ممالک کے تبلیغی مشنوں کے لئے تو ساڑھے بارہ لاکھ روپیہ کا زرِ مبادلہ حاصل کیا۔ اور وہ لاکھوں روپیہ اس کے علاوہ ہے جو جماعت بعض بیرونی مشن خود کفیل اسکیم کے ماتحت خرچ کر رہے ہیں۔

لیکن اس بیجا ضد اور تعصب کا کیا علاج کہ ہمارے مسلمان بھائی ہماری تبلیغِ اسلام کی سرگرمیوں کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اور بجائے اس کے کہ وہ خوابِ خرگوش سے بیدار ہو کر تبلیغی جہاد میں لگ جائیں وہ ہماری راہ میں سنگ ہائے گراں بن کر حائل ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اسی اداریئے میں آگے چل کر معاصر الجمعیۃ "باتوں سے کام نہیں چلتا" کا عنوان دے کر لکھتا ہے:-

"بجائے اس کے کہ وہ اپنی جماعتوں کی اس کوتاہی پر نادم ہوتے کہ ان کا کوئی فرد تبلیغی مقاصد کے لئے باہر نہیں جاتا۔ وہ اس جماعت کا زرِ مبادلہ بند کرانا چاہتے ہیں جس سے ان کو بنیادی اختلاف ہے۔ خود کا حال یہ ہے کہ نہ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کا درک رکھتے ہیں اور نہ غیر ممالک میں جا کر اپنی سرگرمیاں سے باطل جماعتوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ مگر چاہتے یہ ہیں کہ جو جماعت غیر ممالک میں تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہے اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لیں اور باہر کی دنیا میں نہ خود کام کریں اور نہ دوسروں کو کرنے دیں! یہ حضرات صرف نعروں سے کام نکالنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ دنیا کام کو دیکھتی ہے وہ خالی نعروں کو نہیں دیکھتی اگر پاکستان کے علماء نے صرف باتوں اور نعروں سے دوسروں کی دیہاڑ مارنی چاہا تو وہ منہ کی کھائیں گے اور میدانِ عمل میں وہی لوگ بازی لے جائیں گے جن کی ترقی کو دیکھ کر ہم جلے بھنے جا رہے ہیں۔ یہ سطور ہم نے اس لئے لکھی ہیں کہ علماء کو غیرت آئے اور وہ باہر کی دنیا میں دوسروں سے زیادہ کام کر کے دکھائیں۔ اور باطل جماعتوں کو اپنے کام اور اپنی خدمات سے زک دینے کی کوشش کریں!"

معاصر کے اس نوٹ کو پڑھ کر علماء کے کام و دہن مرارت تو محسوس کریں گے لیکن "الحق تو مرٌّ" شہادت دیتا ہے۔ یہ عجیب تر بات ہے کہ ہماری جماعت تو متواتر ستر سال سے تبلیغی کوششوں میں منہمک ہے۔ اور اشاعتِ اسلام کے لئے اس نے اپنی قربانیوں کے معیار کو اتنا اونچا کر دیا ہے کہ آج مسلمانوں کی کوئی بھی دوسری جماعت اس میدان میں اس کے مقابل پر نہیں آسکتی۔ لیکن بجائے اس کے کہ ہماری تبلیغی جماعت کے کام کو دیکھ کر ہی مسلمانوں کی دوسری جماعتوں میں رشک پیدا ہوتا اور وہ اپنی غفلتوں کو ترک کرتے ہوئے اپنے اس اہم فرض کو پہچان لیتیں۔ وہ اُلٹا ہماری ٹانگ پکڑ کر کھینچ لینا چاہتی ہیں۔ تاکہ بیرونی ممالک میں اسلام کی نمائندگی کرنے والی اس واحد جماعت کو بھی مشکلات میں مبتلا کر دیا جائے۔

معاصر کے ان الفاظ سے ہمیں سو فیصدی اتفاق ہے کہ:-

"یہ سطور ہم نے اس لئے لکھی ہیں کہ علماء کو غیرت آئے اور وہ باہر کی دُنیا میں دوسروں سے زیادہ کام کر کے دکھائیں!"

جب تک حق پرست اور حق گو لوگ ایسے نشتر نہیں چلائیں گے ہمارے ان علماء کی رگوں میں جما ہوا خون حرکت نہیں کرے گا۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ وہ باہر کی دُنیا میں جائیں کیسے؟ اسلام کی خاطر زندگیاں وقف کر کے صحراؤں اور جنگلوں میں مارے مارے پھرنے کی روح اُن میں نہیں۔ مالی قربانی کا مادہ اُن کے اندر نہیں۔ بیرونی ممالک کی زبانیں وہ نہیں جانتے۔ اُردو کے سوا قرآن کریم کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں کرنے کا سلیقہ ان میں نہیں۔ دوسرے مذاہب کا تقابلی مطالعہ کرنے کا ذوق ان میں نہیں۔ پھر وہ باہر جا کر کریں بھی تو کیا؟ اور کیوں نہ وہ شوخ کھلنڈروں کی طرح کہیں کہ

"نہ کھیلیں گے نہ کھیلنے دیں گے"

ہمیں ان علماء سے ہمدردی ہے۔ اور بخدا ہم دل سے چاہتے ہیں کہ وہ اپنے اس فرض کو پہچانتے ہوئے باہر نکلیں۔ ہم انہیں تعاون دیں گے۔ اور وہ سلیقے سکھائیں گے جو گذشتہ ستر سال تجربات نے ہمیں سکھائے ہیں۔ اور اس علم کلام سے روشناس کرائیں گے جو نشأۃ ثانیہ کے لئے چودھویں صدی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور کئے جانے والے مسیح موعود اور مہدی معہود نے اپنی جماعت کو بخشا ہے اور جس کے سامنے تثلیث کے پرستار ہر میدان میں دُم اٹھا کر بھاگتے جا رہے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے ان علماء نے اپنی روش نہ بدلی تو اکبر الٰہ آبادی مرحوم کے الفاظ میں ہم بھی یہی کہنے پر مجبور ہوں گے کہ

شیخ تثلیث کی تردید تو کر سکتے نہیں
گھر میں بیٹھے ہوئے لاحول پڑھا کرتے ہیں

معاصر الجمعیۃ نے اپنے نوٹ کے آخر میں جو یہ فرمایا ہے کہ

"اور باطل جماعتوں کو اپنے کام اور اپنی خدمات سے زک دینے کی کوشش کریں!"

ہمیں اس پر کوئی افسوس نہیں وہ ہمیں باطل قرار دے کر بھی یہ تو تسلیم کر رہا ہے کہ اسلام کی اشاعت بیرونی ممالک میں کرنے والی اگر کوئی جماعت ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہی ہے۔ اور یقیناً اس نے دل سے ہمیں "باطل" قرار نہیں دیا۔ ان الفاظ کو ہم اس کی مجبوری پر محمول کرتے ہیں!!

(ف۔ا۔گ)

دُعائے مغفرت

شاہجہانپور سے یہ افسوسناک اطلاع موصول ہوئی ہے کہ محترم حاجی عبد القدیر صاحب صدر جماعت احمدیہ شاہجہانپور مورخہ ۲۷ /۸ /۶۲ کو وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کا جنازہ غائب حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل نے ۲۸ /۸ /۶۲ کو بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں پڑھایا۔ مرحوم حضرت امیر جماعت احمدیہ قادیان کے سسرالی رشتہ داروں میں سے تھے۔ پرانے احمدیوں میں سے تھے اور ایک وسیع احمدی خاندان کے بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ اور جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے۔

ادارہ بدر اس صدمہ میں مرحوم کے تمام پسماندگان سے افسوس اور ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

(ادارہ)

خطبہ جمعہ

آئندہ اندازاً بیس سال میں ہماری جماعت کی پیدائش ہوگی

جماعت احمدیہ غور کرے اُسے خدا کے دین کیلئے کتنی بڑی قربانیاں پیش کرنیکی ضرورت ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲۴ ماہ ظہور ۱۳۲۴ ہش مطابق ۲۴ اگست ۱۹۴۵ء بمقام ڈلہوزی

(مرتبہ:- مولوی عبد العزیز صاحب مولوی فاضل)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

قوموں کی پیدائش کے مختلف دور

ہوتے ہیں۔ اور ہر دور اپنی اپنی جگہ پر اہمیت رکھتا ہے۔ جس طرح بچے کی پیدائش ہوتی ہے۔ اسی طرح قوموں کی پیدائش عمل میں آتی ہے یہ امر ہر شخص جانتا ہے کہ

بچہ کی پیدائش پر

مختلف دور آتے ہیں۔ پہلے اس کی حالت ایک نطفہ کی ہوتی ہے۔ لیکن نطفہ اس وقت تک کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرسکتا۔ جب تک حمل کی صورت میں اس کا استقرار نہ ہو جائے گویا پہلا مرحلہ انسانی پیدائش کے سلسلہ میں استقرار حمل کا ہے۔ جب تک حمل کا استقرار نہ ہو جائے۔ اس وقت تک کوئی پیدائش معرض وجود میں نہیں آسکتی۔ چنانچہ دیکھ لو دنیا میں کتنے ہی لوگ ہیں۔ جن کی شادیاں ہوئے دس دس بیس بیس سال گذر چکے ہوتے ہیں اور وہ طبیبوں سے علاج بھی کراتے ہیں اور شدید خواہش رکھتے ہیں کہ ان کی شادی کسی بچے کی صورت میں نتیجہ پیدا کرے۔ لیکن ان کی کوششیں رائیگاں جاتی ہیں۔ اور کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ پس

سب سے پہلا مرحلہ

جو نظام زندگی اور نسل انسانی کے تسلسل میں پیش آتا ہے۔ وہ استقرار حمل کا ہے۔ اسی طرح جب کوئی بندہ خدا تعالےٰ کی طرف رغبت کرتا ہے۔ اور اس سے محبت اور پیار کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس وقت

دنیا کسی مصلح کی محتاج

ہوتی ہے۔ تو خدا تعالےٰ کی طرف سے اس بندے پر الہام نازل کیا جاتا ہے۔ اور وہ الہام دنیا میں

ایک نئی روحانی پیدائش

کے لئے بطور استقرار حمل کے ہوتا ہے اور اپنی جگہ پر یہ مرحلہ ایسا ضروری ہوتا ہے کہ اگر ہم اسی کو اہم ترین مرحلہ قرار دیں۔ تو یہ بالکل صحیح ہوگا۔ کیونکہ تمام آئندہ ہونیوالے واقعات اور حالات اسی پر منتج ہوتے ہیں

خدا تعالےٰ کا وہ الہام

جو بندے پر پہلی دفعہ نازل ہوتا ہے۔ کہ میں تجھے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے کھڑا کرتا ہوں بطور استقرار حمل کے ہوتا ہے۔ مگر اس الہام کے ساتھ ہی دنیا میں کوئی ظاہری تغیر پیدا نہیں ہوتا، ہاں اس الہام کے بعد کامیابی کے رستے کھلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ جس طرح بچے کی پیدائش میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ نطفہ سے خون کا لوتھڑا بنتا ہے پھر اس میں زیادہ گرانی پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ گوشت کی شکل اختیار کرتا ہے۔ پھر اس کی ہڈیاں بنتی ہیں۔ اور پھر اس پر چمڑا چڑھتا ہے۔ پھر آنکھ۔ کان اور ناک وغیرہ اعضا نمایاں شکل اختیار کرتے ہیں۔ پھر بچے کو غذا لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو وہ ناف کے ذریعہ اس کو حاصل کرتا ہے۔ یہی مختلف حالات ہوتے ہیں۔ جن میں سے قومیں گزرتی ہیں۔ اور یہی مختلف مراحل ہیں جن میں سے

ہماری جماعت کو بھی

گذرنا ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ جماعتیں یکساں طور پر ایک ہی حالت میں چلتی چلی جاتی ہیں۔ ان کا یہ خیال حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ جماعتیں یکساں طور پر کبھی ایک حالت پر نہیں رہتیں۔ بلکہ ان کے حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ جیسے بچے کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ بچہ ابتداء سے اسی طرح بنا بنایا آتا ہے۔ اور بڑھنا شروع کر دیتا ہے بلکہ اس کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ علم حیات کے ماہرین یہ کہتے ہیں کہ

ماں کے رحم میں بچہ

اتنی شکلیں بدلتا ہے کہ دنیا کے تمام جانوروں کی شکلیں اختیار کرتا ہوا گذرتا ہے۔ ایک وقت اسے خوردبین سے دیکھا گیا۔ تو اس کی شکل مچھلی کی سی تھی۔ دوسرے وقت اسے خوردبین سے دیکھا گیا۔ تو اس کی شکل خرگوش کی سی تھی۔ پھر کسی اور وقت اسے خوردبین سے دیکھا گیا تو اس کی شکل بندر کی سی تھی۔ غرض اسی طرح کے مختلف دور جنین پر وارد ہوتے ہیں۔ اور وہ یکے بعد دیگرے مختلف جانوروں کی شکلوں میں سے گذرتا ہوا آخر انسانی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اسی طرح

قوموں کے متعلق

یہ خیال کر لینا کہ وہ یکساں طور پر چلتی چلی جاتی ہیں۔ ایک بے معنی خیال ہے۔ ان کی شکلیں بدلتی چلی جاتی ہیں۔ اور مختلف حالتوں میں گزرتی ہوئی وہ اپنے کمال کو پہنچتی ہیں۔ اور آخر کار وہ وقت آجاتا ہے۔ جو اس قوم کی پیدائش کے لئے مقدر ہوتا ہے۔ جیسے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت

کی پیدائش کا زمانہ وہ تھا جب جنگ بدر ہوئی اور مسلمانوں کے مقابلہ میں عرب کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ گویا

بدر کی جنگ کے موقع پر

وہ جماعتی حیثیت سے دنیا کے سامنے آگئے اور لوگ یہ سمجھنے لگ گئے تھے کہ اب مسلمان [illegible] ہم [illegible] جماعتیں پہلے دوسرے رنگ میں ترقی کرتی ہیں جس رنگ میں جنین اپنے رحم مادر میں ترقی کرتا ہے اور پھر جس طرح ایک دن جنین کی پیدائش عمل میں آجاتی ہے۔ اسی طرح قوموں پر

ایک دن

ایسا آتا ہے۔ جب تدریجی رنگ میں ارتقائی مقامات کو طے کرتے ہوئے ان کی پیدائش معرض وجود میں آجاتی ہے۔

یہ امر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ

ہماری جماعت

ابھی اس مقام پر نہیں پہنچی۔ جس کو پیدائش کا مقام کہا جا سکے۔ یعنی دنیا ہمارے وجود کو تسلیم کرنے۔ اور لوادر ابھی پنجاب میں بھی ہمارے وجود کو پورے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا۔ گو ایک حد تک ہمارے وجود کو تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن ایسے طور پر نہیں کہ لوگ علی الاعلان اقرار کریں۔ ابھی لوگ کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ چھوٹی سی جماعت ہے۔ اس کا کیا ہے۔ اور ہندوستان میں تو ہماری

کوئی ایسی نمایاں حیثیت

ہی نہیں۔ کہ ہم لوگوں کے سامنے بحیثیت جماعت آسکیں۔ ہاں جیسے بعض عجوبہ پسند کسی عجیب چیز کا ذکر اپنی کتاب میں کر دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ ہم کو عجوبہ سمجھتے ہوئے اپنی کتابوں میں ہمارا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ اور ہندوستان سے باہر تو صرف چند ممالک ایسے ہیں۔ جن میں کچھ طور پر ہمارے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ ورنہ باقی دنیا ہماری کوئی اہمیت تسلیم نہیں کرتی۔ جس طرح جنگل میں گزرنے والے شخص کی نظر بعض دفعہ جھاڑیوں اور بوٹیوں پر بھی پڑ جاتی ہے۔ لیکن وہ ان کے وجود پر اتنی توجہ نہیں دیتا۔ جتنی توجہ وہ باغ میں اُگے ہوئے مختلف پھولوں پر دیتا ہے

باغ میں جانے والا شخص

یاسمین کے پودے کے پاس جاتا۔ اُس سے لطف اٹھاتا۔ اور اس کے متعلق اپنی رائے قائم کرتا ہے۔ جب کسی پھل دار درخت کے پاس پہنچتا ہے تو اس کی تعریف کرتا ہے۔ لیکن

جنگل میں گذرنے والا شخص

درختوں اور جھاڑیوں کے پاس سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ نہ ان پر اس کی نظر پڑتی ہے۔ نہ وہ ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور نہ وہ ان کا اس طرح جائزہ لیتا ہے۔ جس طرح باغ میں جانے والا باغ کے پھولوں کا جائزہ لیتا ہے۔ جنگل میں سے گزرنے والا شخص سینکڑوں ہزاروں جھاڑیوں کے پاس سے بلے توجہی سے گزر جاتا ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی عجیب گشش کی وجہ سے وہ کسی جھاڑی یا پھول کو کچھ دیر کے لئے توجہ سے دیکھتا اور اس کے متعلق اپنی

رائے بھی قائم کر لیتا ہے۔ لیکن وہ چیز دیر تک اس کے حافظہ میں نہیں رہتی۔ اور اگلا قدم ہی اسے وہ جھاڑی بھلا دیتا ہے اور کسی نئی جھاڑی کی طرف متوجہ کر دیتا ہے یہی

دنیا میں ہماری حالت

ہے۔ کہ لوگ ہماری طرف اپنی توجہ کم مبذول نہیں کرتے۔ اور اگر کرتے ہیں۔ تو وہ ایسی ہی ہوتی ہے جیسے جنگل میں سے گذرنے والا کبھی کسی جھاڑی کی طرف وقتی طور پر متوجہ ہو جاتا ہے۔ لیکن وقت آ رہا ہے جبکہ ہمیں وہ پوزیشن حاصل ہو جائے۔ جو بچے کو حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے لئے ابھی

جوانی کا وقت دُور ہے

اور دُور سے میری مراد یہ ہے کہ وہ بلحاظ مدارج اور مراحل کے دُور ہے۔ ورنہ خدا تعالے چاہے تو وہ ایک منٹ میں بھی لا سکتا ہے۔ اور اس کی قدرت سے بعید نہیں کہ ہم جو اندازے کرتے ہیں۔ وہ انہیں پانچ یا دس سال میں پورا کر دے۔ مگر مراحل کے لحاظ سے ابھی جوانی کا زمانہ دُور نظر آتا ہے۔ جیسے بچے کو جوان ہونے میں کافی وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح ہماری جماعت کو اپنی جوانی تک پہنچنے میں ابھی کافی وقت کی ضرورت ہے۔ بلکہ ابھی تو ہماری جماعت کی پیدائش بھی نہیں ہوئی۔ پیدائش کے بعد بچہ گو ناکارہ ہوتا ہے اور اُٹھ کر نہ چل سکتا ہے نہ باتیں کر سکتا ہے۔ نہ خیالات ظاہر کر سکتا ہے۔ نہ خیالات کو سُن کر نتائج اخذ کر سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی دنیا اس بات کو ماننے پر مجبور ہوتی ہے۔ کہ وہ بھی

ایک علٰیحدہ اور مستقل وجود

رکھتا ہے۔ خواہ وہ بے کار وجود ہو۔ خواہ دنیا اس کے متعلق یہ سمجھتی ہو کہ وہ بڑا ہو کر ہمارے اندر تغیر پیدا کر سکتا ہے۔ یا ہمارا ملک بچا کر سکتا ہے یا ہمیں مشورہ دے سکتا ہے۔ لیکن اس کے علیحدہ وجود ہونے سے انکار نہیں کر سکتی۔ اسی طرح جب دنیا میں کسی قوم کی پیدائش ہوتی ہے۔ تو لوگ اس کے وجود کا اقرار کر لیتے ہیں۔ اور تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قوم بھی دُنیا کی اقوام میں گنے جانے کے قابل ہے۔ گو اس کی اہمیت کو لوگ نہ سمجھتے ہوں یا اس کے متعلق وہ یہ نہ سمجھتے ہوں کہ وہ دنیا میں عظیم الشان تغیر کا موجب ہو سکتی ہے۔ مگر ابھی دنیا کی اقوام میں ہماری قومی شخصیت اور فردیت تسلیم نہیں کی گئی۔ اور جوانی تو ابھی دور ہے۔ ہم نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے

پچھلے دس سال

میں جو باتیں اپنی جماعت کو ترقی اور دنیا کے تغیرات کے متعلق بتائی تھیں ان کا نتیجہ دنیا کے سامنے آگیا ہے۔ اور دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ وہ کس طرح لفظاً لفظاً پوری ہوئی ہیں۔ اور ان کی تفاصیل اسی طرح وقوع میں آئی ہیں۔ جس طرح میں نے بیان کی تھیں۔ اب میرے دل میں یہ بات میخ کی طرح گڑ گئی ہے۔ کہ

آئندہ اندازاً بیس سالوں میں

ہماری جماعت کی پیدائش ہو گی۔ بچوں کی تکمیل تو چند ماہ میں ہو جاتی ہے۔ اور نو ماہ کے عرصہ میں وہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن بچے کی پیدائش اور قوم کی پیدائش میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایک فرد کی پیدائش بے شک نو ماہ میں ہو جاتی ہے۔ لیکن قوموں کی پیدائش کے لئے ایک لمبے عرصہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں آئندہ بیس سال کا عرصہ ہماری جماعت کے لئے

نازک ترین زمانہ

ہے۔ جیسے بچے کی پیدائش کا وقت نازک ترین وقت ہوتا ہے۔ کیونکہ بسا اوقات وقت کے پورا ہو جانے کے باوجود پیدائش کے وقت کسی وجہ سے بچہ کا سانس رُک جاتا۔ اور وہ مُردہ وجود کے طور پر دنیا میں آتا ہے۔ پس جہاں تک

ہماری قومی پیدائش

کا تعلق ہے میں اس بات کو میخ کے طور پر گڑا ہوا اپنے دل میں پاتا ہوں۔ کہ یہ بیس سال کا عرصہ ہماری جماعت کے لئے نازک ترین مرحلہ ہے۔ اب یہ ہماری قربانی اور ایثار میں ہوں گے۔ جن کے نتیجہ میں ہم قومی طور پر زندہ پیدا ہوں گے یا مردہ۔ اگر ہم نے قربانی کرنے سے دریغ نہ کیا۔ اور ایثار سے کام لیا۔ اور تقویٰ کی راہوں پر قدم مارا۔ محنت اور کوشش کو اپنا شعار بنایا۔ تو خدا تعالےٰ ہمیں

زندہ قوم کی صورت میں

پیدا ہونے کی توفیق دے گا۔ اور اگلے مراحل ہمارے لئے آسان کر دے گا۔ بچے کی پیدائش کا مرحلہ ہی سب سے مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ پھر اس کا بڑا ہونا کُود کر لگنا پھیلنا۔ یہ سب ایک ہی واقعہ اور ایک ہی چیز کی جزئیں ہیں۔ اور وہ غیر معمولی حادثات نہیں کہلا سکتے۔ لیکن بچے کا ماں کے پیٹ سے باہر آنا

ایک غیر معمولی حادثہ

سمجھا جاتا ہے۔ گو جوان آدمی کی طاقتوں اور بچے کی طاقتوں میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ اور جوان اور بچے کی آپس میں کوئی نسبت ہی نہیں ہوتی۔ بچہ ایک انگلی بھی نہیں ہلا سکتا۔ اور جوان آدمی پہاڑ بھی کاٹ سکتا ہے۔ پس گو یہ ایک بہت بڑا فرق ہے۔ لیکن بچپن سے جوانی کی طرف جانا نسبتاً ایک سہل اور نرم راستہ پر چلنے کے مترادف ہے۔ جو یکساں طور پر چلتا چلا جاتا ہے۔ مگر بچے کا پیدائش کے ذریعہ اس دنیا کی زندگی میں آنا

ایک مشکل ترین مرحلہ

ہے۔ بچہ جب اس دنیا میں آتا ہے۔ اس کے لئے یہ دنیا نئی ہوتی ہے۔ یہ منزل نئی ہوتی ہے۔ اور اس کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے انسان دنیا میں مشکل سے مشکل حالات میں سے گزرتا ہے لیکن ان سے اتنا خائف نہیں ہوتا جتنا موت سے ڈرتا ہے۔ حالانکہ موت بھی تو ایک تبدیلی کا نام ہے۔ انسان کی زندگی ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اس دنیا سے دوسری دُنیا میں چلا جاتا ہے۔ لیکن موت سے ہر انسان خائف ہوتا ہے۔ اور اس لئے خائف ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک مقام کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔ جس کے متعلق اُسے کچھ علم نہیں ہوتا۔ اس لئے اُسے یہ تبدیلی ہیبت ناک معلوم ہوتی ہے۔ بہرحال جس طرح استقرار حمل

ایک نئی تبدیلی

ہے۔ جس طرح بچے کی پیدائش ایک نئی تبدیلی ہے۔ اسی طرح موت کے بعد انسان کا اس دنیا سے دوسری دُنیا میں چلے جانا بھی ایک نئی تبدیلی ہے۔ اور یہ تینوں مرحلے ہر قوم کو پیش آتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا الہام بطور استقرار حمل کے ہوتا ہے جس طرح حمل کا استقرار کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اسی طرح الہام کا نازل ہونا کسی بندے کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ جب اللہ تعالےٰ کا الہام آتا ہے تو دنیا میں بڑے بڑے تغیرات کا موجب بنتا ہے۔ گمنام اور غیر معروف قوم الہام الٰہی پر ایمان لانے کی وجہ سے غیر معمولی طور پر اپنا وجود ظاہر کرتی ہے۔ اور اپنی پیدائش کے وقت تمام دنیا سے اپنے وجود کا اقرار کرا لیتی ہے۔ غرض استقرار حمل سے وجود قائم ہوتا ہے۔ اور پیدائش سے وجود دنیا میں تسلیم کیا جاتا ہے پس میں سمجھتا ہوں۔ یہ

بیس سال کا عرصہ

ہمارے لئے اہم ترین زمانہ ہے۔ کئی ہم میں ایسے ہوں گے۔ جو اس بیس سال کے عرصہ میں دنیا سے گزر جائیں گے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہمارا گزر جانا کوئی نئی چیز ہے۔ کیا پہلی قوموں میں سے لوگ مرتے نہیں رہے۔ کیا کسی ترقی کرنے والی قوم یا کسی قربانی کرنے والے انسان نے کبھی کہا ہے۔ کہ ہماری زندگی میں یہ کام ہو گیا۔ تو ہم اسے کریں گے۔ اور اگر ہماری زندگی میں نہ ہوا تو ہم نہیں کریں گے۔ صرف مردہ دل لوگ ہی ایسے ہوتے ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ پہلے ہمیں انجام دکھاؤ۔ پھر ہم قدم اُٹھائیں گے۔

زندہ قومیں یا زندہ افراد

اس بات کو دل میں بھی نہیں لاتے۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم اس کام کو شروع کرتے ہیں۔ اگر ہم مر گئے۔ تو دوسرے لوگ ہماری جگہ سنبھال لیں گے۔ اور اس کام کو جاری رکھیں گے وہ سمجھتے ہیں کہ اس کام کی بنیاد قائم کرنا ہی ہمارے لئے عزت کا موجب ہے۔ مثلاً شاہجہان نے

تاج محل

بنوایا۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس نے روپے کا اسراف کیا۔ اور ایسی چیز پر روپیہ خرچ کیا۔ جس سے ملک کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ لیکن جہاں تک عمارت بنانے کا سوال ہے اس نے عظیم الشان نشان دُنیا میں چھوڑا۔ فرض کرو شاہجہان کو یہ یقین ہوتا کہ میرے مرنے کے بعد صرف سو سال یا دو سو سال تک تاج محل قائم رہے گا۔ اس سے زیادہ اس کا نشان دنیا میں قائم نہ رہے گا۔ تو بھی وہ کہتا کہ سو یا دو سو سال تک جلوہ دکھا جانا بھی کوئی چھوٹی بات نہیں۔ لیکن اس کے مقابل پر مومن کے لئے تو

غیر محدود زندگی اور غیر محدود انعام

ہیں۔ اور مومن کا اندازہ دنیا کے اندازے سے نرالا ہوتا ہے۔ غیر مومن لوگ اپنے کاموں کا اندازہ بیس پچیس یا سو سال تک لگاتے ہیں۔ کچھ لوگ اور زیادہ اندازے لگاتے ہیں۔ تو ہزار سال تک اپنی ترقی کی امید رکھتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ اس کے لئے انہیں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔

ہٹلر

کی اُمنگوں اور اس کے جذبات۔ اور اس

کی بیماری کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اس زمانہ کا ایک غیر معمولی انسان تھا جس کے اندر ایک ایسی آگ تھی۔ جو اپنے گرد و پیش کی سینکڑوں میل کی چیزوں کو بھسم کرتی چلی جاتی تھی۔ وہ آگ نہ تھی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ وہ ایک آتش فشاں پہاڑ تھا جس نے اپنے سارے ملک کو ہلا دیا۔ لیکن باوجود ان تمام باتوں کے اس کا اندازہ یہ تھا کہ وہ اپنے ملک اور اپنی قوم کو ایک ہزار سال کے لئے محفوظ کر جائے۔ اور اپنے ملک اور قوم کو ایک ہزار سال تک محفوظ کرنے کے لئے اس نے اور اس کی قوم نے جو قربانیاں کیں۔ وہ کتنی حیرت انگیز ہیں وہ اور بات ہے کہ اس کے مقابلہ پر جو طاقتیں تھیں وہ اس سے زیادہ زبردست تھیں اس وجہ سے وہ شکست کھا گیا۔ یا یہ سمجھ لو کہ اس نے خدا تعالیٰ کے غضب کو اپنے اوپر بھڑکا لیا لیکن جہاں تک دنیوی لحاظ سے قربانیوں کا تعلق ہے اس نے حیرت انگیز کام کیا۔ اسی طرح

نپولین اور تیمور

بھی دنیا کے غیر معمولی انسانوں میں سے ہیں۔ اور یہ لوگ انسانوں میں سے عجیب قسم کی مثالیں ہیں ان کے کاموں سے پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر کتنی عظیم الشان طاقتیں محفوظ رکھی ہیں۔ ہٹلر کا سب سے بڑا اندازہ جو تھا وہ ایک ہزار سال کا تھا۔ لیکن ہٹلر کے علاوہ جو معمولی چھوٹے بڑے لیڈر گذرے ہیں ان کا اندازہ صرف سو سال یا دو سو سال کا تھا۔ اور وہ چاہتے تھے کہ سو سال کے لئے یا دو سو سال کے لئے اپنی قوم کو بلند کر جائیں۔ ان تھوڑے عرصہ کے لئے انہوں نے ایسی ایسی قربانیاں کی ہیں۔ جو انسان کو محو حیرت بنا دیتی ہیں مثلاً تیمور کو ہی دیکھو۔ کہا جاتا ہے کہ بعض جگہ اس کے مردوں کی لاشیں جمع کی گئیں۔ تو وہ ایک ٹیلہ بن گیا۔ یہ قربانیاں اس نے کس لئے کیں صرف اس لئے کہ اس کی قوم کچھ عرصہ کے لئے دنیا میں بلند ہو جائے۔ اور اس کی قوم کو عزت کی نظر سے دیکھا جائے۔

لطیفہ

مشہور ہے کہ تیمور ایران کو فتح کرتا ہوا جب شیراز پہنچا۔ تو اس نے خواجہ حافظ کو بلا کر پوچھا کیا یہ شعر آپ کا ہے۔ کہ ؎

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

حافظ نے کہا ہاں میرا ہے۔ تیمور نے کہا تم بھی عجیب آدمی ہو میں نے دنیا میں قتل و غارت کر کے لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے ہیں کہ سمرقند و بخارا کو عزت ملے۔ اور تم ہو کہ اپنے معشوق کے ایک خال پر سمرقند و بخارا دینے کو تیار ہو گئے ہو۔ تو سمرقند و بخارا کو عزت دینے اور اس کا نام اونچا کرنے کے لئے تیمور نے لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ اس نے اپنی جان کی پرواہ نہ کی۔ اس نے اپنی قوم کی جان کی پرواہ نہ کی۔ اور یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ کچھ عرصہ کے لئے اس کی قوم کو عزت حاصل ہو جائے مگر کتنے عرصہ تک اس کی قوم کے پاس یہ عزت رہی بمشکل پالیس سال تک تیمور کی قوم کے پاس یہ عزت رہی اسی طرح

نپولین کی قوم

بھی زیادہ دیر تک برسراقتدار نہ رہ سکی۔ اور جلدی ہی ختم ہو گئی۔ اور ہٹلر کا تو کچھ بنا ہی نہیں اور اپنی زندگی میں ہی ملک کی عزت کو ختم ہوتا دیکھ گیا۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے جو قربانیاں کیں۔ وہ حیرت انگیز ہیں۔ ان مثالوں کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے

ہماری جماعت کو غور کرنا چاہیئے

کہ اسے اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے کتنی بڑی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ ہمارے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ ہم ساری دنیا کی اصلاح کریں۔ ساری دنیا میں اسلام کا جھنڈا قائم کریں۔ ساری دنیا کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں داخل کریں۔ اس کام کے لئے ہمیں دن رات محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ اور دن رات اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اس کام کو کریں جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے یعنی ہم دنیا سے دہریت اور لامذہبیت کو مٹانے میں کامیاب ہو جائیں۔ اور پھر دوبارہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حکومت قائم کر لیں۔ تو

ہمارے جیسا خوش قسمت

اور کون ہو سکتا ہے۔ اس کام کے نتیجے میں ہم ابد الآباد کی زندگی اور ابد الآباد کے انعامات کے وارث ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہمارے شامل حال ہوگی یعنی ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم اخلاص میں ترقی کریں ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم قربانیوں میں ترقی کریں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو

رسمی طور پر جماعت میں داخل

ہو جاتے ہیں۔ یعنی عقلی طور پر انہوں نے جماعت کے عقائد کو سمجھ لیا ہوتا ہے۔ لیکن ان کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوتا۔ جیسے بعض لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ یہ لوگ مسلمان تو ہیں۔ لیکن ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ منافق تھے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ ان کے دماغوں میں اسلام کا مفہوم تو آگیا تھا۔ اور دماغی طور پر تو انہوں نے اسلام کو سمجھ لیا تھا لیکن ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا تھا۔

حقیقی ایمان

اس وقت حاصل ہوتا ہے جب ایمان دماغ سے اتر کر دل میں داخل ہو جاتا ہے۔ جیسے ایک شخص اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل سنے اور عقلی طور پر اس بات کا قائل ہو جائے۔ کہ خدا موجود ہے۔ اور اس کی یہ صفات ہیں۔ تو یہ اور بات ہے۔ اور یہ کہ خدا تعالیٰ کی محبت انسان کے دل میں داخل ہو جائے۔ اور خدا تعالیٰ کی محبت اس کی حیات کا جزو بن جائے یہ اور بات ہے۔ فرض کرو

لیلیٰ مجنوں کا وجود

دنیا میں کوئی وجود تھا۔ تو پھر لیلیٰ کو دنیا میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمیوں نے دیکھا ہوگا۔ اب جہاں تک اس کی آنکھوں کا سوال ہے کہ وہ چھوٹی تھیں یا بڑی۔ جہاں تک اس بات کا سوال ہے۔ کہ اس کی آنکھوں میں سفیدی کتنی تھی۔ اور سیاہی کتنی؟ جہاں تک اس کے گیسوؤں کا سوال ہے کہ لمبے تھے یا چھوٹے جہاں تک اس کے جسم کی مناسبت کا سوال ہے کہ اس کے اعضاء میں تناسب تھا یا نہیں۔ اس کے ہاتھ پاؤں لمبے تھے یا چھوٹے۔ اس کا رنگ سیاہ تھا یا سفید یہ چیزیں سب دیکھنے والوں کے لئے برابر تھیں۔ لیکن دوسرے لوگوں کے دیکھنے اور مجنوں کے دیکھنے میں بڑا فرق تھا۔ دوسرے لوگ لیلیٰ کو دیکھتے تو ان کے دماغ تک ہی رہ جاتی۔ لیکن مجنوں نے دیکھا اور دیکھتے ہی وہ اس کے دل میں اتر گئی۔ لوگوں نے لیلیٰ کو دیکھا تو کہا اچھی ہے اور آگے چل دیئے۔ لیکن مجنوں نے دیکھا تو اس نے سب کچھ چھوڑ کر سارا عمر لیلیٰ کے در پر گزار دی۔ یہی فرق ان اشخاص میں ہوتا ہے جو دماغ یا دل سے کسی بات کو مانتے ہیں۔ سینکڑوں آدمی ایسے ہوتے ہیں۔ جو دماغ سے تو ایک بات کو مانتے ہیں لیکن دل سے اس کو نہیں مانتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس کے لئے کوئی قربانی اور ایثار نہیں کر سکتے۔ جیسے لوگ بعض شاعروں کے شعروں کو پڑھ کر ان کی تعریف کرنے لگتے ہیں۔ مگر ان کے دل میں ان شعروں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اس کے مقابل میں ایک ماں بھی اپنے

اکلوتے بیٹے کی تعریف

کرتی ہے۔ مگر وہ تعریف کی تعریف میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ مگر ایک آدمی کو شاعر کے شعر کو پسند کرتا اور کہاں ماں کا اپنے بچے کو پسند کرنا اگر غالب کے شعروں کو پسند کرنے والے ایک سو شعروں کی تعریف کرنے والے ایک سو ماں کو (؟) تصویر دکھا کر پوچھا جائے کہ بتاؤ نالبچ ... ہیں۔ تو وہ فوراً کہہ دے گی کہ بہت برے ہیں۔ لیکن اگر ماں کو قتل بھی کر دیا جائے تو پھر وہ اپنے بچے کی تعریف کرے گی۔ دنیا میں ہزاروں مائیں مرتی ہیں اور بچے ان کی گودوں میں ہوتے ہیں۔ دنیا ان کو مار سکتی ہے۔ مگر بچے کی گردن میں حائل ہونے والے ہاتھوں کو نہیں چھڑا سکتی تو

دل اور دماغ کی کیفیت

میں بڑا فرق ہے اور یہی ایمان انسان کی نجات کا موجب ہوتا ہے۔ جو دماغ سے اتر کر دل میں بھی داخل ہو جائے۔ پس میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ وقت نہایت نازک ہے۔ اپنے ایمانوں کی فکر کرو اور اپنی اصلاح کرو سستیوں اور غفلتوں کو ترک کرو۔ میں نے تحریک جدید کے اس سال کے دور میں کئی بار بتایا تھا کہ یہ قربانی صرف دس سال کے لئے نہیں ہوگی۔ بلکہ آئندہ بھی جاری رہے گی۔ خواہ کسی صورت میں جاری رہے مگر افسوس کہ بہتوں نے اس بات کو سنا اور دوسرے کان سے نکال دیا۔ خوب یاد رکھو جس دن کسی قوم میں قربانی بند ہوگی۔ وہی دن اس قوم کی موت کا ہوگا۔

قوم کی زندگی کی علامت

یہی ہوتی ہے کہ وہ قربانیوں میں ترقی کرتی چلی جائے۔ اور قربانیوں سے جی نہ چرائے اگر ہم ساری دنیا کو بھی فتح کر لیں پھر بھی ہمیں اپنے ایمان کو سلامت رکھنے اور اپنے ایمان کو ترقی دینے کے لئے قربانیاں کرتے رہنا ہوگا۔ پس میں جماعت کے دوستوں کو آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ جماعت

ایک نازک ترین دور

میں سے گزرنے والی ہے۔ اس لئے اپنے ایمانوں کی فکر کرو کسی شخص کا یہ سمجھ لینا کہ دس پندرہ سال کی قربانی نے اس کے ایمان کو محفوظ کر دیا ہے۔ اس کے نفس کا دھوکا ہے۔

جب تک

عزرائیل ایمان والی جان لے کر نہیں جاتا۔ جب تک ایمان والی جان ایمان کی حالت میں ہی عزرائیل کے ہاتھ میں نہیں چلی جاتی اس وقت تک ہم کسی کو محفوظ نہیں کہہ سکتے۔ خواہ وہ شخص کتنی بڑی قربانیاں کر چکا ہو۔ اگر وہ اس مرحلے میں پیچھے رہ گیا۔ تو اس کی ساری قربانیاں باطل ہو جائیں گی۔ اور وہ سب سے زیادہ ذلیل انسان ہوگا۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ گرنے والا انسان دوسروں سے زیادہ ذلت کا مستحق ہوتا ہے۔

(الفضل مورخہ ۹/۵۵)

پونچھ میں پیشوایانِ مذاہب کا شاندار سہ روزہ جلسہ

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ سری نگر

اس دفعہ شہر پونچھ (صوبہ جموں) میں ۲۱، ۲۲، ۲۳ر اگست ۱۹۶۴ء کو پہلی مرتبہ مکرم محمد صدیق صاحب ثاقب صدر جماعت احمدیہ پونچھ کی کوششوں کے نتیجہ میں جلسہ پیشوایانِ مذاہب کا انعقاد مسجد احمدیہ میں کیا گیا۔ اس سلسلہ میں متعدد اشتہارات سائیکلوسٹائل کر کے پونچھ شہر اور ملحقہ قریبی دیہات میں دیواروں پر چسپاں کئے گئے اور متعدد احباب کو دستی دعوت نامے ارسال کرنے کے علاوہ روزانہ مقامی طور پر منادی کا انتظام بھی کیا جاتا رہا۔ مرکز کی ہدایت کے مطابق خاکسار بھی محترم بابو محمد یوسف صاحب پراونشل امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ جموں کی معیت میں شریک جلسہ ہوا۔ جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام قومی یکجہتی پیدا کرنے کے لئے اس قسم کا جلسہ پونچھ کے لوگوں کے لئے ایک نئی چیز تھی۔ اور گو بعض تنگ نظر مسلمانوں نے اس جلسہ کو ناپسند کیا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے سنجیدہ اور تعلیم یافتہ طبقہ نے جماعت احمدیہ پونچھ کے اس اقدام کو سراہا اور ہندو، مسلم اور سکھ اتحاد کے لئے اس وسیع پیمانے پر ادا کئے جانے کی رائے دیں اور مجموعی لحاظ سے قومی یکجہتی کے سلسلہ میں مکرم ثاقب صاحب کی یہ پہلی کوشش کامیاب اور حوصلہ افزا رہی جزاہ اللہ خیرا۔ تینوں جلسوں کی مختصر کارروائی ہدیۂ ناظرین ہے۔

پہلا اجلاس مورخہ ۲۱ر اگست ۱۹۶۴ء

پہلا اجلاس ۲۱ر اگست کی شام کے ساڑھے چار بجے زیر صدارت مکرم ماسٹر غلام محمد صاحب ایم۔ ایل۔ اے شروع ہوا۔ مکرم شیخ حمید اللہ صاحب مبلغ چارکوٹ نے تلاوتِ قرآن مجید کی اور عزیز بشیر احمد صاحب متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان نے نعت پڑھی۔

افتتاحی تقریر مکرم محمد صدیق صاحب ثاقب نے جلسہ پیشوایانِ مذاہب کا تعارف اور غرض و غایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ قومی یکجہتی اور امن کے قیام کے لئے یہ جلسہ ہر جگہ جماعت احمدیہ سال میں ایک مرتبہ منعقد کرتی ہے۔ پونچھ کے لئے یہ ایک عجیب اور انوکھی روایت ہے جو قائم کی جا رہی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مختلف مذاہب کے پیرو ایک ہی سٹیج سے اپنے اپنے پیشوا کی سیرت و سوانح اور ان کی پاک تعلیمات پیش کریں تاکہ ایک دوسرے کے مذہب سے واقف ہو کر باہم صلح اور اتحاد سے رہ سکیں اور ... کرتے ہوئے محترم ثاقب صاحب نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں یہ سنہرا اصول دنیا کے سامنے پیش کیا کہ ہر قوم میں نبی، رشی، منی اور مصلحین آتے رہے ہیں۔ اور اسی اصول کے تحت ہمیں تمام پیشوایانِ مذاہب کی عزت و تکریم کرنا لازم ہے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اسی صلح کن تعلیم کو پھیلانے کے لئے جماعت احمدیہ یہ جلسہ منایا کرتی ہے۔ آخر میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند اقتباسات بھی پڑھ کر سنائے جن میں قومی اتحاد کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

سیرت آنحضرت صلعم پہلی تقریر خاکسار کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ہوئی۔ جس میں آنحضورؐ کی ابتدائی پاکیزہ زندگی، دعویٰ نبوت، تعلق باللہ، ہمدردیٔ مخلوق اور قوتِ قدسیہ کے پہلوؤں پر قرآن مجید اور احادیث کے ذریعہ روشنی ڈالی گئی۔ اور آپ کا بلند مقام سیرت کے کئی پہلوؤں سے حاضرین پر واضح کیا۔

حضرت رامچندر جی شری کشن لال صاحب ایم۔ اے پرنسپل ڈگری کالج پونچھ نے حضرت رام چندر جی مہاراج کی سیرت پر تقریر کرتے ہوئے سوامی وویکانند جی کا بیان کیا کہ کس طرح انہوں نے وراثت چھوڑ کر خدا کی ہستی کو قبول کیا۔ اس کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ شری رام چندر جی کے حالات جیسے سنسکرت میں آدھیا رامائن کے ذریعہ ہندی میں تلسی رامائن کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں۔ پرنسپل صاحب موصوف نے شری رام چندر جی اور شری لکشمن جی کی بے انتہا محبت کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ اس شدید محبت کے باوجود ... حضرت رامچندر جی نے شری لکشمن جی کو ایودھیا چھوڑنے پر مجبور کیا۔

صدارتی تقریر آخر میں صدر مجلس نے کہا کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے ایسا جلسہ کیا جانا پونچھ میں خوش قسمتی کا پہلا قدم ہے۔ آج کی دنیا میں بے چینی اور بے اطمینانی ہے اور مذہب کو آڑ بنا کر تفرقہ کے سامان پیدا کئے جاتے ہیں۔ جمہوریت کے دور میں ہمیں صحیح انسان بننے کی ضرورت ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ ہر شخص اپنے پیشوا کی تعلیم پر عمل کرے۔ کیونکہ کوئی مذہب بھی نفرت اور بدی کی تعلیم نہیں دیتا۔ اور اس سٹیج کے قیام کا مقصد بھی یہی ہے۔

جلسہ کی کارروائی شام کے سات بجے ختم ہوئی۔

دوسرا اجلاس مورخہ ۲۲ر اگست ۱۹۶۴ء

دوسرا اجلاس مورخہ ۲۲ر اگست ۱۹۶۴ء کو شام کے چار بجے سے سات بجے تک عمل میں آیا۔ اس اجلاس کی صدارت مکرم میر غلام محمد صاحب ممبر ہند پارلیمنٹ نے کی لیکن پہلی تقریر کے بعد بعض ضروری امور کی سرانجام دہی کے لئے موصوف چلے گئے اور اپنی جگہ محترم بابو محمد یوسف صاحب پراونشل امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ جموں کو کرسیٔ صدارت پیش کی۔

حسب معمول اس اجلاس کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے ہوا جو عزیز بشیر احمد صاحب متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان نے کی۔ اور محترم بابو محمد یوسف صاحب نے ایک نعت پڑھی۔ بعدہ مکرم ثاقب صاحب نے اسلام کی وسعتِ قلبی بیان کرتے ہوئے بعض غیر مسلم احباب کے حوالہ جات پڑھ کر سنائے اور جماعتِ احمدیہ کے قیام اس کی تعلیمات سے حاضرین کو روشناس کرایا۔ اور اس کی افادیت و اہمیت اور غرض و غایت پر مختصر روشنی ڈالی۔

حضرت بابا نانک صاحب اس اجلاس کی پہلی تقریر سردار گیانی نیر سنگھ صاحب نے حضرت بابا نانکؒ کی سیرت پر کی۔ سردار صاحب نے جلسہ پیشوایانِ مذاہب کے انعقاد پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت بابا نانکؒ صاحب ہر قسم کے لوگوں کو نصیحت کرتے تھے۔ اس تعلق سے انہوں نے ایک بزرگ حمزہ غوث کا واقعہ سنایا کہ روحانی قوت پر انہیں تکبر ہو گیا تو بابا صاحب نے اُسے سمجھایا۔ سردار صاحب نے کہا کہ بابا صاحب ہندو مسلم اتحاد ہی کے لئے آئے تھے ان کے دو چیلے تھے ایک مسلمان (مردانہ) دوسرا ہندو (بھائی بالا) اس کے بعد حضرت بابا نانکؒ صاحب کے شلوکوں کا ترجمہ کر کے حاضرین کو سنایا۔ جس میں خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے احسانات کا ذکر تھا نیز مساوات پر زور دیا گیا تھا۔

اس تقریر کے بعد مکرم ماسٹر غلام محمد صاحب نے حضرت امام حسینؓ کے متعلق ایک مدحیہ قصیدہ پڑھ کر سنایا۔

اسلام کا اقتصادی نظام دوسری تقریر مکرم خواجہ غلام نبی صاحب تحصیل ایجوکیشن آفیسر کی تھی انہوں نے اسلام کے اقتصادی نظام پر اظہار خیال کرتے ہوئے پہلے کمیونزم کا تعارف کرایا۔ اور اس کے نقائص بیان کرنے کے بعد اسلام کے نظام کو پیش کرتے ہوئے بتایا کہ وہ انفرادی ملکیت کو قائم رکھتا ہے۔ جبر کا مخالف ہے زکوٰۃ اور ورثہ اور صدقہ و خیرات کے احکام دیئے۔ سود۔ ذخیرہ اندوزی وغیرہ سے منع کیا اور ماپ تول کے صحیح احکام دیئے۔ مکرم خواجہ صاحب موصوف نے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ کی تقریر "اسلام کا اقتصادی نظام" کی روشنی میں اس موضوع کو بڑی عمدگی سے نبھایا۔

حضرت کرشن جی شری ٹھاکر جے دیو سنگھ صاحب پروفیسر ڈگری کالج پونچھ نے حضرت کرشن جی مہاراج پر تقریر کرتے ہوئے بتلایا کہ جماعتِ احمدیہ نے جو جلسہ منعقد کیا ہے ایسے اجلاس کو ہم ست سنگت کہتے ہیں۔ اس سے گیان (علم) حاصل ہوتا ہے اور گیان سے کرم (عمل) پیدا ہوتا ہے اور کرم سے تیاگ (قربانی) جنم لیتی ہے۔ نیز یہ کہ بنیادی نقطۂ نظر سے تمام مذاہب کی تعلیم ایک جیسی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت کرشن جی کی پیدائش کے واقعات بیان کرتے ہوئے آپ کی سوانح پر مختصر روشنی ڈالی۔ اور بتلایا کہ آپ کی طبیعت میں انکسار تھا آپ غریب نواز تھے۔ اس ضمن میں سُداما کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ شری کرشن جی نے اپنا مشن گیتا میں ظاہر کیا ہے کہ وہ دنیا کو حقیقی روحانیت سے روشناس کرانے آئے تھے۔ آخر میں پروفیسر صاحب موصوف نے کہا کہ اس قسم کے جلسے حقیقی امن اور خوشی کا باعث ہوتے ہیں اور جماعت احمدیہ نے درحقیقت قابلِ قدر سانجھی اور رواداری کا ثبوت دیا ہے۔

اسلام اور امن عالم چوتھی تقریر عزیز بشیر احمد صاحب متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان نے اسلام اور امن عالم کے عنوان پر کی۔ عزیز نے اسلام کی اخوت و مساوات کی تعلیم کی وضاحت کی اور بتلایا کہ اسلام ہی نے رواداری کی یہ تعلیم دی کہ ہر قوم میں روحانی مصلحین آتے رہے ہیں۔ اور اسلام نے یہ بھی تعلیم دی کہ اُدع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة یعنی اپنے اصول کی طرف دوسروں کو اچھے اور احسن طریق سے دعوت دو۔ اسلام نے ہمیں یہ بھی سکھایا ہے کہ غیر مذاہب کے بتوں کو بھی گالیاں نہ دو۔ اس طرح بین الاقوامی امن و اتحاد کی بنیاد ڈالی۔

رحمۃ للعالمین مکرم مولوی محمد شفیع صاحب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلوؤں کو ... [illegible]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تصویر کشی

از مکرم مولوی محمد عمر صاحب مولوی فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن حیدر آباد

آج کل حیدر آباد میں تصویر کشی اور فوٹوگرافی کی منفعت و مضرت کے متعلق اکثر علمی و غیر علمی مجالس میں خوب گرما گرم بحث و مباحثے ہوتے رہتے ہیں۔ خاکسار کے ساتھ بھی اس قسم کی بحثیں کئی جگہ ہوتی رہی ہیں۔

مسئلہ تصویر کے متعلق مسلمانوں میں دو قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ ایک تو جو مطلق تصویر کی حرمت قطعی کے قائل ہیں۔ ان کے خیال میں کسی قسم کی کوئی بھی تصویر یا فوٹوگرافی ہو وہ مطلقاً حرام ہے۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو امر حلال کی طرح ہر حالت بلا ضرورت بھی اسے جائز اور ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض لوگ اپنے بزرگوں کے فوٹوؤں پر پھول مالائیں چڑھانے اور اگربتیاں سلگانے اور بوسہ دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

اصل میں یہ دونوں گروہ اعتدال کی راہ سے نکل کر افراط و تفریط کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ یعنی نہ تصویر کشی مطلقاً حرام ہے اور نہ ہر جگہ حلال۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تصویر کی حرمت لذاتہ نہیں ہے بلکہ حرمت لغیرہ ہے۔ یعنی اگر یہ پرستش و عبادت کے لئے لی جائے تو قطعی حرام ہے۔ لیکن اگر کسی صحیح اور مفید غرض کی بناء پر بنائی جائے تو جائز ہے۔

یہ امر کہ تصویر کی حرمت لذاتہ نہیں۔ اس آیۂ قرآنی سے واضح ہو جاتا ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آذر اور اپنی قوم کو مخاطب کر کے پوچھا ہے کہ ما ھٰذِہِ التماثیل التی انتم لہا عاکفون کہ ان تماثیل کی کیا حقیقت ہے جن کے آگے تم عبادت کرنے کے لئے بیٹھ جاتے ہو؟ اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ التماثیل لذاتہ حرام نہیں ہیں۔ بلکہ صرف وہی تماثیل مورتیاں اور تصاویر حرام ہیں جو کہ پرستش اور عبادت کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں التماثیل کو انتم لہا عاکفون کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں قرآن کریم میں صریح طور پر ایک جگہ تصویر کشی کا جواز ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ

یَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِن مَّحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَاتٍ ۚ اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا (سبا)

یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کے ماتحت کام کرنے والے آپ کے حسب منشاء محلات تماثیل اور تصاویر اور بڑے بڑے ٹب وغیرہ بنایا کرتے تھے۔ اگر تصویر کی حرمت لذاتہ ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نعوذ باللہ ایک ناجائز اور حرام کام اپنے ماتحتوں سے کروایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ان تصاویر و تماثیل وغیرہ کو آل داؤد کے لئے انعامًا اور محلِ مدح میں ذکر فرمایا گیا ہے اعملوا آل داؤد شکرًا سے بھی واضح ہوتا ہے۔ پس یہ بالکل غیر معقول بات ہے کہ ایک چیز لذاتہ حرام بھی ہو اور پھر انعام الٰہی بھی ہو۔

پھر قرآن کریم کی کسی ایک آیت سے بھی تصویر کا کلیۃً حرام ہونا معلوم نہیں ہوتا اور جب ہم احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں بھی تصویر کی حرمت قطعی اور مطلقاً ممنوع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل احادیث اس بات کی شاہد ہیں۔

(۱) مسند امام احمد میں لکھا ہے کہ
ولقد رأیتہ متکئاً علی احد ھما و فیہا صورۃ (حاشیہ بخاری ص۸۸۱)

یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ان دو تکیوں میں سے ایک پر بیٹھے ہوئے میں نے دیکھا تھا جن میں سے ایک پر تصویر موجود تھی۔ اگر تصویر مطلقاً حرام ہوتی تو آپ ان تکیوں پر کیوں ٹیک لگاتے جن پر صورتیں بنی ہوئی تھیں۔

(۲) قال زید سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول الا رقماً فی ثوب (حاشیہ بخاری ص۸۸۱)

یعنی حضرت زید فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ منقش تصویر کی ممانعت نہیں ہے۔

(۳) عن عائشۃ قالت قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غزوۃ تبوک او حنین وفی سہوتہا ستر فہبت ریح فکشفت ناحیۃ الستر عن بنات لعائشۃ لعب۔ فقال ما ھٰذا یا عائشۃ۔ قالت بناتی ورای بینہن فرسا لہ جناحان من رقاع فقال ما ھٰذا الذی اری وسطہن قالت فرس قال وما ھٰذا الذی علیہ قالت جناحان قال فرس لہ جناحان؟ قالت اما سمعت ان لسلیمان خیلا لہا اجنحۃ قالت فضحک (رواہ ابو داؤد مظاہر حق جلد سوم ص۱۶۵)

یعنی حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک یا حنین سے واپس تشریف لائے تو اس وقت گھر کے صحن میں لٹکا ہوا پردہ ہوا سے ہٹ گیا۔ اس سے میری گڑیاں آپ کو نظر آگئیں فرمایا یہ کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ گڑیاں ہیں ان کے درمیان دو پروں والا ایک گھوڑا تھا۔ فرمایا کہ یہ دو پروں والی کیا چیز ہے؟ عرض کیا کہ یہ گھوڑا ہے۔ فرمایا کہ کیا گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان کے گھوڑے پروں والے تھے۔ تب آنحضرت صلعم مسکرائے۔

تصویر ذاتی لذاتہ حرام اور ناجائز ہوتی تو بجائے مسکراہٹ فرمانے کے آنحضرت رسول ... حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ناراضگی کا اظہار فرماتے اور سختی سے منع فرما دیتے۔

تصویر کی حرمت ذاتی کے دعویدار اپنی تائید میں مندرجہ ذیل حدیث اکثر پیش کرتے ہیں
"کان قرام لعائشۃ سترت بہ جانب بیتہا فقال لہا النبی صلعم امیطی عنی فانہ لاتزال تصاویرہ تعرض فی صلاتی (بخاری ص۸۸۱) یعنی حضرت عائشہ رض کے پاس ایک چادر تھی جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اور اسے آپؓ نے اپنے گھر کی ایک جانب بطور پردہ کے لٹکایا تھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپؓ سے فرمایا کہ اس کو میرے سامنے سے ہٹا دو۔ کیونکہ اس کی تصویریں نماز کی حالت میں میرے سامنے آتی ہیں۔ یعنی نماز میں وہ تصویریں مخل انداز ہو جاتی ہیں۔"

مذکورہ حدیث سے کسی صورت میں بھی تصویر کی حرمت معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضورؐ نے وہ کپڑا اپنے سامنے سے صرف ہٹا دیئے جانے کا ہی حکم دیا تھا۔ وہ بھی محض اس وجہ سے کہ اس کی تصویریں آپؐ کی نماز میں مخل انداز ہو جاتی تھیں۔ کہ آپ نے اس کپڑے کو پھاڑنے یا ضائع کرنے کا حکم دیا تھا

اسی طرح آنحضرت صلعم کی مندرجہ ذیل حدیث بھی تصویر کی حرمت کے دعویدار پیش کرتے ہیں

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لاتدخل الملائکۃ بیتاً فیہ کلب ولا تصاویر (متفق علیہ)

یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں کتے اور تصویریں ہوں وہاں ملائکہ داخل نہیں ہوتے (مشکوٰۃ ص۳۸۵)

جواباً عرض ہے کہ اس حدیث یعنی مشکوٰۃ کے اسی صفحہ کے حاشیہ میں مذکور ہے کہ قال العلماء سبب امتناعہم من الدخول فی بیت فیہ صورۃ کونہا مما یعبد من دون اللہ۔ یعنی علماء اسلام کا یہ فتویٰ ہے کہ اس امتناع کا سبب یہ ہے کہ وہ تصویر جو ملائکہ کے گھر میں داخل ہونے میں حارج ہے وہ پرستش کے لئے بنائی ہوئی ہوتی ہے۔

اس فتوے سے صاف واضح ہے خیال ہے کہ ملائکہ کے گھر میں داخل ہونے میں کس قسم کی تصویریں اور مجسمے مانع ہوتے ہیں۔ اس حدیث سے بھی تصویر کی کلیۃً ممانعت معلوم نہیں ہوتی۔

اسی طرح یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ
عن عبد اللہ بن مسعود رض قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول اشد الناس عذاباً عند اللہ المصورون (متفق علیہ)

یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلعم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مصورین کو اشد ترین ترین عذاب کے مستحق ٹھہرایا ہے۔ (مشکوٰۃ ص۳۸۵)

اسی جگہ حاشیہ میں اس حدیث کی اس طرح وضاحت ہے کہ
"قال النووی ھٰذا محمول علٰی من صور الاصنام لتعبد فلہ اشد عذاباً لانہ کافر (حاشیہ مشکوٰۃ ص۳۸۵)

یعنی علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہاں مصور سے مراد بت تراش ہے جو پوجا اور عبادت کے لئے بت بناتے ہیں اور وہ مصور خود بھی کافر ہوتے ہیں۔ اسی طرح بخاری ص۸۸۰ کے حاشیہ میں مرقوم ہے کہ

ان المراد ھٰھنا من المصورین من یصور ما یعبد من دون اللہ

یعنی یہاں تصویروں سے مراد ایسی تصویریں ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہے۔

غرضیکہ آنحضرت صلعم نے کسی جگہ اگر تصویر کی ممانعت فرمائی تھی تو ... سے مراد بت یا معبود ... [illegible] ... مطلقًا ... [illegible]

آنحضرت ... [illegible] ... حرمت کے متعلق ایک ... [illegible] ... پیش فرمایا ... قل فیہما اثم ... اثمہما ... یعنی جس چیز میں نقصان

زیادہ اور نفع کم ہو ممنوعات میں سے ہیں اور جس میں نفع زیادہ اور نقصان بہت ہی کم ہو وہ جائز ہے۔ اس زمانہ میں مذکورہ اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم مسئلہ تصویر پر غور کرتے ہیں تو اس کی حقیقت میں کوئی امر مانع نظر نہیں آتا کیونکہ اس کے بے شمار فوائد ہمارے سامنے ہیں جیسے تعلیم۔ ڈاکٹری۔ مختلف امراض کی تشخیص مفرور مجرموں کی گرفتاری۔ بدمعاشوں کی شناخت وغیرہ امور میں یہ فن یعنی Photography بہت ہی مفید ثابت ہوئی ہے۔ نیز X-Ray جو کہ فوٹو گرافی کی ہی ایک قسم ہے کے ذریعہ جسم کے اندرونی حالات کا بخوبی علم حاصل ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں موجودہ ترقی یافتہ زمانہ میں اجرام فلکی کی تصویر حتی کہ چاند کے بعض حصص کی تصویر لینے میں بھی سائنس دان کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔

اس کے علاوہ آجکل مروجہ پیسوں اور نوٹوں اور ٹکٹوں میں نری مورتیوں کی تصویریں چھپی ہیں۔ اور غیر ممالک میں جانے کے لئے مجبوراً فوٹو کھچوانا پڑتا ہے۔ خاص طور پر کوئی مسلمان ارکان اسلام میں سے ایک اہم فریضہ حج کو جا ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنا فوٹو نہ بنوا لے۔

غرض اس زمانہ میں فوٹو گرافی انسانی زندگی میں ایک اہم چیز بن گئی ہے۔ تو کیا تصویر کی حرمت کے دعویدار ان تمام باتوں کو ناجائز ٹھہرا کر حرمت کا فتویٰ دیدیں گے۔ بعضوں کی طرف سے ان باتوں پر "مجبوری" کی مہر لگائی جاتی ہے۔ ان لوگوں سے کوئی یہ تو پوچھے کہ مسجد میں یا حالت نماز میں سکوں اور نوٹوں کو جن پر نہ صرف تصویر بلکہ نری مورتیوں کا نقشہ موجود ہو اپنی جیبوں میں رکھنے کے لئے کون مجبور کرتا ہے۔ اس مجبوری کے نذر سے یہ لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام امت محمدیہ کو شرک اور بت پرستی میں مبتلا کرنے پر نعوذ باللہ مجبور کر رکھا ہے۔ نیز فوٹو جو کہ ایک حرام امر کا ارتکاب ہے بغیر حائز بر منصوص فریضہ حج کرنے کے لئے جانے پر کون مجبور کرتا ہے۔ علاوہ ازیں کسی مریض کو X-Ray کے ذریعہ اپنی بیماری کی تشخیص کرنے میں بھی حرمت کا فتوے دینا چاہئے تھا۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ موجودہ زمانہ کے فوٹو گرافی کے آلات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایجاد نہیں ہوئے تھے۔ تو پھر اس کی حرمت یا ممانعت کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے؟

البتہ آپ کے زمانہ میں بت پرستی کا زور تھا۔ اور اسی کام کے لئے اس زمانہ میں یہ فن مصوری استعمال کیا جاتا تھا۔ اس لئے آپ نے وقتی طور پر اس کی ممانعت فرمائی تھی لیکن اس زمانہ میں فوٹو گرافی کے مقاصد ان باتوں کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے اس کی ممانعت کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تصویر کھچوانے پر بھی ان لوگوں کو سخت زیادہ اعتراض ہے۔ اور ان کے زعم میں حضور اقدس علیہ السلام نے اپنی تصویر کھچوا کر ایک غیر شرعی وغیرہ اسلامی فعل کا ارتکاب کیا ہے!!

حالانکہ حضور نے اپنی تصویر نیک پاک غرض و مقصد کے لئے کھچوائی تھی نہ کہ نعوذ باللہ اپنی عبادت یا پرستش کروانے کی نیت سے۔

آپ کے تصویر کھچوانے کی پہلی غرض تو یہ تھی کہ حضرت رسول کریم صلعم نے اپنے اسرائیلی نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنے والے مسیح موعود کے دو حلیے بیان فرمائے ہیں یعنی حضرت مسیح ابن مریم کا حلیہ آپ نے یہ بتایا ہے کہ: فَاَمَّا عِیْسٰی فَاَحْمَرُ جَعْدٌ (بخاری ج ۲ ص ۱۵۸) یعنی حضرت عیسیٰ کا رنگ سرخ تھا۔ اور بال گھنگریالے تھے۔ اس کے بالمقابل مسیح محمدی صلعم کا حلیہ یوں بیان فرمایا ہے کہ

فَاِذَا رَجُلٌ آدَمُ کَاَحْسَنِ
مَا یُرٰی مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ
تَضْرِبُ لِمَّتُہٗ بَیْنَ مَنْکِبَیْہِ
رَجِلُ الشَّعْرِ (بخاری جلد ۲ ص)

یعنی وہ گندم گوں اور آدمیوں میں سے خوبصورت تر ہوگا۔ اس کے بال کندھوں پر پڑے ہونگے۔ اور وہ سیدھے بالوں والا ہوگا۔

غرض حضرت رسول کریم نے دونوں مسیحوں کے حلیے الگ الگ بیان فرمائے ہیں۔ حضرت مرزا غلام احمد القادیانی علیہ السلام جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا تھا کا حلیہ مبارک بعینہٖ اسی طرح تھا جس طرح حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا لہذا وہ شخص بھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں دیکھ سکا تھا۔ آپ کی تصویر دیکھ کر احادیث صحیحہ میں بیان کردہ حلیہ کی مطابقت دیکھ سکتا ہے اور اس طرح آپ کو قبول کر سکتا ہے۔

دوسری غرض آپ کی فوٹو لینے کی یہ تھی کہ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے حلیہ کو قائم رکھا جا سکے تا کہ آنے والی نسل بھی آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کے مطابق حلیہ پا کر حضور اقدس کی تصدیق کر سکے۔

تیسری غرض یہ تھی کہ آپ کے زمانہ میں ہی آپ کا پیغام اور آپ کی تعلیم غیر ممالک میں پھیلنی شروع ہو گئی تھی۔ ان ممالک میں اس فن کے بعض ماہرین ہوتے ہیں کہ کسی کی تصویر پر قیافہ لگا کر اس کی اصلیت کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ اور اس کے متعلق رائے قائم کر لیتے ہیں۔ اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ حضرت اقدس کا فوٹو ایسے لوگوں کی شناخت اور معرفت کے لئے وہاں بھیجا جائے تا کہ اس ذریعہ سے کوئی مشرک یا تثلیث پرست حضرت اقدس کی تصدیق کر کے توحید اسلام اختیار کرے۔

ان ہی اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور علیہ السلام نے اپنا فوٹو کھچوانے کی اجازت دی تھی۔ چنانچہ آپ کا فوٹو دیکھ کر غیر ممالک میں کئی قیافہ دانوں نے اسلام قبول کر لیا تھا علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کئی لوگوں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اور اس طرح انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں ملی تھیں اور جب انہیں آپ کی تصویر مل جاتی تو اپنے خوابوں کی حقیقت معلوم ہو جاتی اور خدائی بشارات کے مطابق آپ کو قبول کر لیتے تھے۔

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصویر کے متعلق تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"میں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ کوئی میری تصویر کھینچے اور اس کو بت پرستوں کی طرح اپنے پاس رکھے یا شائع کرے میں نے ہرگز ایسا حکم نہیں دیا کہ کوئی ایسا کرے مجھ سے زیادہ بت پرستی اور تصویر پرستی کا کوئی دشمن نہیں ہوگا۔

لیکن میں نے دیکھا ہے کہ آجکل یورپ کے لوگ جس شخص کی تالیف کو دیکھنا چاہیں۔ اول خواہشمند ہوتے ہیں کہ اس کی تصویر دیکھیں کیونکہ یورپ کے ملک میں فراست کے علم کو بہت ترقی ہے اور اکثر ان کی محض تصویر کو دیکھ کر شناخت کر سکتے ہیں۔ کہ ایسا مدعی صادق ہے یا کاذب۔ اور وہ لوگ بباعث ہزارہا کوس کے فاصلہ کے مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور نہ میرا چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا اس ملک کے اہل فراست بذریعہ تصویر میرے اندرونی حالات میں غور کرتے ہیں۔ کئی ایسے لوگ ہیں جو انہوں نے یورپ یا امریکہ سے میری طرف چٹھیاں لکھی ہیں۔ اور اپنی چٹھیوں میں تحریر کیا ہے کہ ہم نے آپ کی تصویر کو غور سے دیکھا اور علم فراست کے ذریعہ سے ہمیں ماننا پڑا کہ جس کی یہ تصویر ہے وہ کاذب نہیں ہے۔ اور ایک امریکن عورت نے میری تصویر کو دیکھ کر کہا کہ یہ یسوع یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے پس اس غرض سے اس حد تک میں نے اس طریق کے جاری ہونے میں مصلحتاً خاموشی اختیار کی۔ وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ اور میرا مذہب یہ نہیں ہے کہ تصویر کی حرمت قطعی ہے......... اور یہ نہایت ضروری امر ہے۔ جس کے ذریعہ سے اعلیٰ تصویر لی جاتی ہے آنحضرت صلعم کے وقت میں ایجاد نہیں ہوا تھا اور یہ نہایت ضروری آلہ ہے جس کے ذریعہ سے بعض امراض کی تشخیص ہوتی ہے۔ ایک اور آلہ تصویر کا نکلا ہے جس کے ذریعہ سے علم النباتات کے تمام پتوں کی تصویر کھینچی جاتی ہے....... ایسا ہی فوٹو کے ذریعہ سے بہت سے علمی فوائد ظہور میں آئے ہیں.......... پس کیا گمان ہو سکتا ہے کہ وہ خدا جو علم کی ترغیب دیتا ہے وہ ایسے آلے کا استعمال کرنا حرام قرار دے۔ جس کے ذریعہ سے بڑے بڑے مشکل امراض کی تشخیص ہوتی ہے۔ اور اہل فراست کیلئے ہدایت پانے کا ایک ذریعہ ہو جاتا ہے۔ یہ تمام جہالتیں ہیں جو ہمارے ملک میں پھیل گئی ہیں۔ ہمارے ملک کے مولوی چہرہ شاہی کے سکے نے روپے اور دوانیاں چوانیاں اور اٹھنیاں اپنی جیبوں اور گروں میں سے باہر کیوں نہیں پھینکتے۔ کیا ان سکوں پر تصویریں نہیں؟ افسوس کہ یہ لوگ ناحق خلاف معقول باتیں کر کے مخالفوں کو اسلام پر ہنسی کا موقعہ دیتے ہیں۔ اسلام نے تمام لغو کام اور ایسے کام جو شرک کے مؤید ہیں حرام کئے ہیں نہ ایسے کام جو انسانی علم کو ترقی دیتے اور امراض کی شناخت کا ذریعہ ٹھہرتے اور اہل فراست کو ہدایت سے قریب کر دیتے ہیں"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۹۰-۱۹۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصویر کے بے جا استعمال کے خلاف حکم دیتے ہوئے اپنی جماعت کو یوں نصیحت فرماتے ہیں کہ

"میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میری جماعت کے لوگ بغیر ایسی ضرورت کے جو کہ مضطر کرتی ہے وہ میرے فوٹو کو عام طور پر شائع کرنا اپنا کسب اور پیشہ بنا لیں۔ کیونکہ اسی طرح رفتہ رفتہ بدعات پیدا ہو جاتی ہیں اور شرک تک پہنچتی ہیں۔ اس لئے میں اپنی جماعت کو اس جگہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں تک ان کے لئے ممکن ہو ایسے کاموں سے دستکش رہیں.......... اور میں امید رکھتا ہوں کہ جو شخص میرے نصائح کو عظمت اور عزت کی نظر سے دیکھتا ہے اور میرا سچا پیرو ہے وہ اس حکم کے بعد ایسے کاموں سے دستکش رہیگا ورنہ وہ میری ہدایتوں کے برخلاف اپنے تئیں چلاتا ہے اور شریعت کی راہ میں گستاخی سے قدم رکھتا ہے" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۹۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان نصائح اور

عام مشاہدات کی روشنی میں تصویر کشی کے متعلق جماعت احمدیہ کا موقف عیاں ہو جاتا ہے اور قرآن کریم سے ثابت ہو گیا ہے کہ فوٹو گرافی میں لذاتہٖ کوئی حرمت قطعی نہیں ہے۔

پونچھ میں پیشوایانِ مذاہب کا جلسہ

(بقیہ صفحہ ۶)

اُجاگر کرتے ہوئے کہا کہ آنحضور عالمگیر نبی تھے۔ بعثتِ نبوی سے قبل عرب کی حالت پر تبصرہ کرنے کے بعد انہوں نے اسباب کو بوضاحت بیان کیا کہ اسلام جبر اور تلوار سے نہیں پھیلا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کر کے اپنے مضمون کو مدلل کیا۔ اور کہا کہ کسی مذہب نے بھی جبر کی تعلیم نہیں دی اور نہ کسی مذہب نے قوموں میں تفریق کرنا سکھایا ہے بلکہ ایسی باتیں کم علمی اور کم ظرفی سے ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ آپ نے آخر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کے طور پر پیش کرتے ہوئے اپنی تقریر کو ختم کیا۔

اجلاس کے آخر میں مکرم مولوی محمد ایوب صاحب مبلغ دھرمسال نے ایک نعت پڑھی اور شام کے ٹھیک سات بجے اجلاس برخاست ہوا۔

تیسرا اجلاس مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء

پیشوایانِ مذاہب سے متعلق آخری جلسہ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء شام کے چار بجے انعقاد پذیر ہوا۔ صدارت کے فرائض میر غلام محمد صاحب ممبر ہند پارلیمنٹ نے سرانجام دیئے۔ جلسہ کی کارروائی حسب معمول تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوئی پھر ایک نعت پڑھی گئی اس کے بعد تقاریر کا آغاز ہوا۔

آنحضرت صلعم کی تعلیمات اس اجلاس کی پہلی تقریر خاکسار کی تھی جس میں مفصل طور پر حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات بیان کی گئیں۔ تعلق باللہ کے متعلق تعلیم واضح کرتے ہوئے بتلایا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ اور ہر زمانہ میں خدا سے ہمکلام ہونے والے اسلام میں ہوتے رہتے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہی کے نتیجہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کی طرف سے کثرت مکالمہ و مخاطبہ کا شرف عطا کیا گیا۔ اس کے بعد خاکسار نے اسلامی معاشرہ، اسلامی نظام حکومت اور دیگر تعلیمات پر سیر حاصل تقریر کی۔ اور اسلام کی افضلیت بیان کی۔ حاضرین نے تقریر کو بہت پسند کیا۔

حضرت امام حسینؓ دوسری تقریر انجمن سعتزیہ کے صدر مکرم عبداللہ صاحب کی ہوئی۔ آپ نے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کی وضاحت کرتے ہوئے بتلایا کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ رسول اور نبی کی اطاعت لازم و ملزوم ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ابتدائی حالات بیان کرنے کے بعد فاضل مقرر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا کہ آپ اصول کے سچے انسان تھے اسی طرح حضرت امام حسینؓ بھی اپنے اصول کے سچے تھے۔ انہوں نے یزید کے مقابل یہی جواب دیا کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے مشن کو چھوڑ نہیں سکتا اور اسی اصول کی خاطر آپؓ نے اپنا سر کٹوا دیا۔

حضرت کرشن جی شری بابو شیام لال صاحب پردھان سناتن سبھا پونچھ نے حضرت کرشن جی مہاراج کے سوانح و تعلیمات پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں جماعت احمدیہ کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے سب مذاہب کے پیرؤوں کو یکجا ل بیٹھنے کا موقعہ فراہم کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت کرشن جی کا خدا سے تعلق بیان کیا اور آپ کی تعلیمات پیش کیں کہ آپ نے انسانیت کی اعلےٰ تعلیم دی کہ سب جانداروں کو ایک ہی نظر سے دیکھو۔ خدا کی عبادت کرو۔ اچھے کام کرو مگر اجر کی نیت سے نہیں بلکہ فرض سمجھ کر۔ مصائب اور مشکلات میں گھبراؤ نہیں بلکہ حوصلہ سے کام لے کر اپنے دل اور عقل کو خدا تعالےٰ کی طرف لگاؤ۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ دُنیا کا کوئی بھی مذہب آپس میں لڑنا جھگڑنا نہیں سکھاتا۔ بلکہ بنیادی تعلیم ایک ہی ہے

حضرت مسیح موعودؑ اس اجلاس کی چوتھی تقریر مکرم مولوی محمد ایوب صاحب مبلغ دھرمسال نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و تعلیمات پر کی۔ مقرر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دنیا سے کنارہ کشی تعلق باللہ پر روشنی ڈالنے کے بعد آپ کے دعویٰ ماموریت کو پیش کیا اور آپ کی صداقت کے دلائل بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ تمام انبیاء کی پیشگوئیوں کے مصداق ہیں۔ اس کے بعد جماعت احمدیہ کے عقائد مختصراً بیان کر کے اپنی تقریر ختم کی۔

خراج تحسین شری سردار سنت سنگھ صاحب ایڈووکیٹ ممبر جموں و کشمیر اسمبلی نے مختصر طور پر مسجد احمدیہ پونچھ کی تعمیر کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا کہ جماعت احمدیہ کی کارروائی مبارکباد کی مستحق ہے۔ اور پونچھ کے لئے یہ ایک نئی اور زریں مثال ہے۔ سردار صاحب موصوف نے خاکسار کی تقریر کی تعریف کرتے ہوئے خود بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ کو پیش کیا کہ مساوات اور ہمدردی مخلوق اور دشمنوں سے حسن سلوک میں آنحضرتؐ بے نظیر شخصیت تھے۔ آخر میں سردار صاحب نے کہا کہ میں قادیان بھی گیا ہوں۔ درحقیقت مرزا صاحبؑ نے تبلیغ اسلام کا جس بیڑا اور بے نظیر کام کیا ہے۔ اور ایسے کام کی توفیق کسی اور مسلمان فرد یا جماعت کو نہ مل سکی۔

صدارتی تقریر مکرم میر غلام محمد صاحب ممبر ہند پارلیمنٹ نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ تین دن سے یہاں پیشوایانِ مذاہب کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے جلسہ ہو رہا ہے۔ اس کا ایک اچھا نتیجہ جو میں اخذ کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں زبان قوم اور فرقہ داریوں کے اختلافات نظر آتے ہیں اگر ایسے جلسے وسیع پیمانے پر منعقد کئے جائیں تو بہت حد تک ان اختلافات کو دُور کیا جا سکتا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تمام مذاہب کا مقصد ایک ہی ہے۔ البتہ راستے اور ذرائع مختلف ہیں۔ آخر میں صدر مجلس نے کہا کہ میں جماعت احمدیہ کے تمام کارکنوں اور ممبروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ باوجود کئی قسم کی دقتوں کے انہوں نے اس جلسہ کو شاندار طریق سے نبھایا ہے اور اس پر ان سب کو مبارکباد دیتا ہوں۔ آخر کار مکرم خاکی صاحب مقررین اور حاضرین کا شکریہ ادا کر کے اپنی تقریر کو ختم کیا۔

اختتامیہ مکرم محمد صدیق صاحب خاکی صدر جماعت احمدیہ پونچھ نے آخر میں اپنے بیان میں کہا کہ یہ بڑی مسرت اور خوشی کا مقام ہے کہ ہماری کمزور، نحیف اور ضعیف آواز کو سننا گوارا کیا گیا۔ اور ہر طبقہ و مذہب کے لوگوں نے آ کر ہماری حوصلہ افزائی کی۔ نسل انسانی کی اصلاح کے لئے ازل سے خدا کا یہی قانون ہے کہ اپنے برگزیدہ بندے دنیا میں کھڑا کرتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی عالمگیر اصلاح کا مشن لیکر آئے۔ اور اس زمانہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا ایک غلام مسیح موعود کا رنگ لے کر آیا تاکہ تمام قوموں کو ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع کر دیا جائے۔ انشاء اللہ العزیز آئندہ بھی ایسے ہی جلسے منعقد کرانے کا انتظام ہوتا رہے گا۔ میں تمام حاضرین کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو انسانیت کا علمبردار بنا کر اتحاد سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جلسہ کی کارروائی شام کے ٹھیک سات بجے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ اللہ تعالےٰ اس کے بہتر نتائج برآمد فرمائے اور ہماری حقیر کوششوں کو نوازے۔

اذکروا موتاکم بالخیر

ایک مخلص انسان کا انتقال پُر ملال!

یادگیر کے مشہور و معروف تاجر، صنعت بیڑی سازی جناب سیٹھ شیخ حسن صاحبؓ احمدی کے بڑے فرزند جناب سیٹھ محمد سبحانی صاحب احمدی کا مورخہ ۲ اگست ۱۹۶۴ء بروز اتوار بعمر ۴۸ سال بمقام حیدرآباد دکن انتقال پُر ملال ہوا۔ جہاں سے نعش بذریعہ کار یادگیر لائی گئی جونہی عوام کو اس کی اطلاع ملی۔ سارے شہر میں رنج و غم کی لہر دوڑ گئی مرحوم عوام میں جہاں ایک صنعتکار و تاجر کی حیثیت سے مقبول تھے وہیں اپنے نیک کردار مخلصانہ برتاؤ اور ہمدردی کے انمول اصولوں سے بھی ہر دلعزیز تھے آپ نے صنعت بیڑی سازی کو کافی فروغ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہزاروں عوام انکے کارخانوں میں اپنی معاش پاتے ہیں۔ مرحوم کی عوام اور خصوصاً بیڑی مزدور طبقہ کے دلوں میں کافی عزت و عقیدت تھی۔ مرحوم کا حلقہ احباب کافی وسیع تھا۔ جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ تھے۔

یہ ان اشخاص صلاحیتوں اور مخلصانہ بھائی چارگی کے جذبہ کا عمدہ نمونہ تھا۔ مرحوم جماعت احمدیہ یادگیر کے امیر جماعت تھے اور بیڑی فیکٹریز ایسوسی ایشن (Beedi Factories Association) یادگیر کے صدارت کے فرائض بھی بحسن و خوبی عرصہ پندرہ سال سے انجام دے رہے تھے۔ اس نیک انسان کے جنازہ میں ہر ایک مذہب و ملت کے عوام شریک تھے۔ ایک اندازہ کے مطابق شریک جنازہ ہونے والوں کی تعداد پانچ ہزار سے بھی زائد تھی۔ مرحوم کے پسماندگان میں ایک وسیع خاندان ہے۔

مختصر تاثرات:- مرحوم کی تبلیغ میں بے پناہ جوش تھا۔ مذہبی جوش و خلوص، عمل، پاکیزگی کردار وسعت علم کی وجہ سے جماعتی افراد کے علاوہ عوام بھی ان کی تعظیم کرتے تھے۔ مرحوم غیر معمولی صلاحیت کے انسان تھے۔ لیکن لوگوں کے احترام و عقیدت کے مظاہروں نے انکو اور بھی منکسر المزاج بنا دیا تھا۔ مرحوم کی شانِ سادگی کو دیکھ کر مخلوق اُن کی اور گرویدہ ہو گئی تھی کہ یہ شخص شہرت و نمود کا جویا نہیں بلکہ شرافت و انکسار و سنجیدگی کا دریائے بے ساحل ہے۔ مرحوم کی تقریروں میں بلا کی دلکشی اور قیامت کی جاذبیت تھی۔ کئی کئی گھنٹے بولتے اور سننے والے ذرا سی بھی گرانی اور بے کیفی محسوس نہ کرتے۔ سامعین کے باطنی جذبات، دلی کیفیات اور روحانیت کے وہ بڑے نبض شناس تھے۔ موصوف کا اندازِ بیان علمی مسائل کھول کر، دلیلیں بار بار دہراتی پُرلطف یہ کہ ابتداء سے انتہا تک تسلسل قائم رکھتے ہوئے ہر موضوع پر بولا کرتے تھے

از محمد عبدالقیوم یادگیر

منقولات

آریہ سماج کے ماتم کا دن

آریہ سماج کی غیرت کو چیلنج

آریہ سماجی اخبار "پرتاپ" جالندھر و دہلی کے دونوں ایڈیشنوں میں ۱۹ راگست کی اشاعت میں مذکورہ بالا عنوانات پر جو ایڈیٹوریل نوٹ شائع ہوئے ہیں انہیں ہم بلا تبصرہ ذیل میں درج کرتے ہیں یہ عنوانات کی نسبتیں ایڈیٹر

ناظرین کو یاد ہوگا کہ تین ماہ کے قریب ہوئے جب میں نے آریہ میڈیکل سکول لدھیانہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اسے ایک میڈیکل کالج بنانے کی کوشش تو ہو رہی ہے لیکن اس شرط پر کہ آریہ شبد اڑا دیا جائے اور اس کا نام میڈیکل کالج لدھیانہ رکھ دیا جائے۔ آج مجھے پنجاب کی آریہ جنتا کو یہ بتاتے ہوئے انتہائی رنج ہو رہا ہے کہ لدھیانہ کے آریہ سماجیوں نے لٹیا ڈبو دی ہے۔ رشی دیانند اور آریہ سماج کے پیرو کار ہونے کا دعویٰ کرنے والوں نے چند ٹکوں کی خاطر اپنا ایمان بیچ دیا ہے۔ آریہ سماج صابن بازار لدھیانہ کے آریہ سماجیوں نے آریہ سماج کی وہ تذلیل کی ہے جو آج تک اس کے بدترین دشمن بھی نہ کر سکے تھے۔ آریہ سماج کی جس سنستھا کو کئی برس کی محنت کے بعد کھڑا کیا گیا تھا اسے ان لوگوں کے حوالے کر دیا گیا ہے جن کا آریہ سماج سے کوئی تعلق نہیں۔ لدھیانہ میں ایک عیسائیوں کا کالج اور ہسپتال چل رہا ہے اور سکھوں کا گورو نانک انجنیئرنگ کالج۔ سرکار کی طرف سے انہیں ہر طرح کی مالی امداد مل رہی ہے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر لدھیانہ کے یہ چند خود غرض آریہ سماجی ذرا صبر سے کام لیتے اور لعبارت سرکار کے سامنے اپنا کیس صحیح طور پر پیش کرتے تو اسے بھی اس بات پر کوئی اعتراض نہ ہوتا کہ دیانند ہسپتال اور آریہ میڈیکل سکول کو ایک آریہ میڈیکل کالج کی شکل دے دی جاتے۔ راجستھان کی سرکار اجمیر میں دیانند یونیورسٹی قائم کرنے کے لئے ہر طرح کی مدد دینے کو تیار ہے اور پنجاب سرکار بھی اگر آریہ سماج کے ادھیکاری اپنی خود غرضی کی خاطر سرکار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یہ ذلیل حرکت کرنے کو تیار نہ ہوتے جو کہ وہ اب کر رہے ہیں ہر طرح کی مدد کرنے کو تیار ہو جاتی۔ پنجاب میں آریہ سماج کی کئی شکشا سنستھائیں چل رہی ہیں کبھی کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ سرکار کی طرف سے انہیں وقتاً فوقتاً کئی قسم کی امداد ملتی رہتی ہے اگر لدھیانہ کے آریہ میڈیکل سکول کو کالج بنا دیا جاتا تو کونسی زمین پھٹ جاتی یا آسمان ٹوٹ پڑتا۔ لیکن جب آریہ سماج کے ادھیکاریوں کے دل میں چور چھپا ہو اور اپنی خود غرضی کی خاطر وہ آریہ سماج کو بیچنے کو تیار ہوں تو پھر سرکار کو یا کسی اور کو گردن زدنی ٹھہرانے سے کیا فائدہ۔

کہا جاتا ہے کہ اگر نام نہ بدلا جاتے تو اس سکول کو کالج میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ جو ایسا کہتے ہیں میں ان سے کہوں گا کہ جس سنستھا کی کوئی غیرت ہوتی ہے جو اپنا نام بھی زندہ نہ رکھ سکتی ہو اسے دنیا میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ آریہ سماج کو آج تک اگر کسی بات پر فخر رہا ہے تو یہ کہ کوئی طاقت اسے خرید نہیں سکی۔ اگر اس سکول کو کالج میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا تو نہ سہی دیانند ہسپتال خوش اسلوبی سے چلایا جا سکتا ہے تو وہ کیوں نہ چلایا جائے۔ آریہ سماج نے نئی سنستھائیں کھولنے کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔ خاص طور پر اگر اسے اپنی ہستی ختم کر کے کوئی سنستھا کھولنی پڑتی ہو تو اس کا کیا فائدہ؟ لدھیانہ کے آریہ سماجیوں نے دیانند ہسپتال اور آریہ میڈیکل سکول کو چند ٹکوں کی خاطر گروی رکھنے کا فیصلہ کیا ہے ان سے پوچھتا ہوں کہ انہیں یہ ادھیکار کس نے دیا ہے کہ آریہ سماج کی یہ بیس پچیس لاکھ کی جائداد دوسروں کے حوالے کر دیں۔ ان لوگوں نے یقیناً لدھیانہ آریہ سماج کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگایا ہے لیکن وہاں ابھی غیرتمند آریہ سماجی موجود ہیں۔ ان سے میں کہوں گا کہ اس داغ کو دور کر دیں۔ اگر اور کچھ نہیں کر سکتے تو عدالت سے حکم امتناعی حاصل کر کے اسے روکنے کی کوشش کریں اور اگر یہ سازش سرے چڑھ گئی تو لدھیانہ کے آریہ سماجی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے۔

اگر لدھیانہ کا آریہ میڈیکل سکول آریہ میڈیکل کالج بن جاتا تو پنجاب کے آریہ سماجی خوشی کے شادیانے بجاتے لیکن اب ان کے ماتم کا دن آ رہا ہے۔ کیونکہ جس دن آریہ میڈیکل سکول اور اس کی تمام جائداد کو لدھیانہ میڈیکل کالج کے منتظمان کے حوالے کیا جائے گا وہ دن پنجاب کی آریہ سماج کی تاریخ میں ایک نہایت منحوس دن ہوگا۔ اور اس دن آریہ سماج کے اتہاس میں یہ لکھا جائے گا کہ اس لدھیانہ میں جو کبھی آریہ سماج کا مرکز ہوا کرتا تھا چند خود غرض اور ذلیل قسم کے آریہ سماجیوں نے چند ٹکوں کی خاطر آریہ سماج کو نیلام کر دیا۔

(پنجاب کیسری ۱۴-۸-۲۹)

(۲)

یہ نہیں سوچا کہ کوئی شخص جو آریہ سماجی ہونے کا دعویٰ کرتا ہو وہ آریہ لفظ پر کسی قسم کا اعتراض کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ اس کی عظمت اور عزت کو برقرار رکھنے کے لئے آریہ سماجیوں کے شہیدوں نے اپنا خون دیا۔ لیکن لدھیانہ کے آریہ سماجیوں نے پانچ لاکھ پر اسے بیچ دیا۔ صرف اسے ہی نہیں۔ اس کے ساتھ ۲۰-۲۵ لاکھ روپیہ کی وہ جائداد بھی جو لدھیانہ کی آریہ سماج کے پرانے بزرگوں نے کر رکھا کر رکھا۔

کر سکیں گے کی تھی۔ جس چیز کے لئے اُن لوگوں نے اپنا خون پسینہ ایک کیا تھا اسے اُن لوگوں نے چند ٹکوں کی خاطر نیلام کر دیا۔ کیسی سنستھا کی تذلیل و رسوائی کا آپ کو اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ملے گا؟ یہ آریہ سماج جیسی گئی گذری سنستھا ہی ہے جس میں آپ کو ایسے لوگ ملیں گے جنہیں آریہ سماجی ہوتے ہوئے بھی آریہ لفظ پر شرم محسوس ہوتی ہے اور وہ اُسے ترک کرنے کو تیار ہو گئے ہیں۔ اُن لوگوں کو اپنا کچھ نہیں بگڑا۔ وہ تو ایک بڑے میڈیکل کالج کے چودھری بننے کے خواب لے رہے ہونگے۔ لیکن انہوں نے آریہ سماج کی ناک کٹوا دی ہے۔ اس کی عزت کو خاک میں ملا کر رکھ دیا ہے۔ کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ کوئی سکھ "خالصہ" لفظ پر اعتراض برداشت کر کے جیتا کا چودھری رہ سکتا ہے۔ لیکن یہ لدھیانہ کے آریہ سماجی ہیں جو یہ سب کچھ برداشت کر رہے ہیں۔ جن کی غیرت ختم ہو چکی ہے اور جن کا ایمان اس قدر سستا ہو چکا ہے کہ کوئی بھی سرمایہ دار اُسے خرید سکتا ہے۔

میں نے اپنے پچھلے مضمون میں یہ سوال اٹھایا تھا کہ دیانند ہسپتال اور میڈیکل سکول کی ۲۵ لاکھ روپیہ کی جائداد صنعت کاروں کے حوالے کرنے کا ادھیکار آریہ سماج صابن بازار لدھیانہ کے ادھیکاریوں کو کس نے دیا ہے۔ مجھے ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔ پانچ لاکھ لے کر ۲۵ لاکھ کی جائداد دے دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ صرف یہ جائداد ہی نہیں دی۔ اس کے ساتھ آریہ سماج کی جو سب سے بڑی پونجی یعنی 'آریہ' کا پوتر نام ہے وہ بھی دے دیا ہے۔ آریہ سماج میں یقیناً بہت کمزوریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ لیکن وہ اس حد تک گر گیا ہے۔ یہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ پانچ لاکھ روپیہ جمع کرنا مشکل نہ تھا۔ اگر صرف لدھیانہ سے نہ ہو سکتا تھا۔ تو سارے پنجاب سے ہو سکتا تھا۔ پنجاب سے باہر جا کر مانگا جا سکتا تھا۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ اگر پنجاب کی آریہ جنتا سے یہ اپیل کی جاتی کہ آریہ میڈیکل سکول کو آریہ میڈیکل کالج میں تبدیل کرنا ہے۔ اور یہ آریہ سماج کے لئے ایک چیلنج ہے۔ تو لوگ روپیہ دینے کو تیار ہو جاتے۔ لیکن یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے اگر پہلے لدھیانہ کے آریہ سماجیوں کا دماغ صاف ہو۔ اور انہیں اس بات کا احساس ہو۔ کہ آریہ سماج کی یہ سنستھا آریہ سماج کے ہی پاس رہنی چاہیئے۔

لدھیانہ کے ان آریہ سماجیوں نے سارے پنجاب کے آریہ سماج کی عزت مٹی میں ملا دی ہے۔ سوچتا ہوں کس کے دربار میں فریاد کروں۔ آریہ سماج کی ۲۰ لاکھ روپیہ کی جائداد اس کے ہاتھ سے نکل جاری ہے۔ آریہ سماج صابن بازار لدھیانہ آریہ پرتی ندھی سبھا کے آدھین ہے۔ یہ سبھا کا کام تھا کہ وہ اُسے روکتی۔ لیکن وہ زندہ ہو۔ تو کسی کو روکے۔ اور لیڈر اس کے ادھیکاری تو خود سبھا کی بنیاد کا صفایا کرتے جا رہے ہیں۔ وہ کسی دوسرے کو کیا روکیں گے۔ سرگرودکل اندر پرستھ کی زمین جس طرح انہوں نے کوڑیوں کے بھاؤ آپس میں بانٹ لی ہے۔ اس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سبھا کس ڈھنگ سے چل رہی ہے۔ کہتے ہیں خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے پرتی ندھی سبھا کے ادھیکاریوں کی حرکات کو دیکھ کر ان کے متعلق آریہ سماجوں کے ادھیکاری بھی اسی راہ پر چل پڑیں تو تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اس لئے آریہ پرتی ندھی سبھا کے ادھیکاریوں سے تو کوئی آشا نہیں کہ وہ اس دھاندلی کو روک سکیں۔ لیکن پنجاب کی آریہ جنتا کے دربار میں ضرور فریاد کرنا چاہتا ہوں۔ انہیں اس کے خلاف ضرور آواز اُٹھانی چاہیئے۔ اگر ہم یہاں جھک گئے تو آہستہ آہستہ پنجاب میں آریہ سماج کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔ اور وہ دن آ جائے گا جب "آریہ" لفظ کہیں نظر نہ آئے گا۔ اس لئے آریہ سماج صابن بازار کے ادھیکاریوں سے کہنا چاہیئے کہ وہ اس سودے کو منسوخ کریں۔ جس میڈیکل کالج کے نام سے "آریہ" لفظ اُڑایا جا رہا ہے اور جس پر آریہ سماج کا کنٹرول نہیں رہتا اس میڈیکل کالج کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ لدھیانہ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ایک ایک آریہ سماجی کی غیرت کو چیلنج ہے۔ کیا میں امید رکھوں کہ پنجاب کے آریہ سماجی اس چیلنج کو منظور کریں گے؟"

(پرتاپ جالندھر ۲۹-۸-۱۴)

درخواست دعا

میرے لڑکے عزیزم عزیز احمد کو ۶۴-۸-۶ سے بے ہوشی کے دورے پڑ رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ۶۴-۸-۱۱ تا ۶۴-۸-۲۷ میں عزیز کو لیکر امرت سر کے بڑے ہسپتال میں علاج کروا تا رہا۔ لیکن کچھ افاقہ بچے کو آرام نہیں آیا۔ قریباً چھ ماہ کا عرصہ ہوا جب میری اہلیہ صاحبہ کا بچی کی پیدائش کی وجہ سے انتقال ہو گیا تھا۔ یہ اچانک صدمہ بچوں اور مجھ متعلقین پر بہت بھاری تھا۔ ڈاکٹروں کی تشخیص یہ ہے کہ بچے کو صدمہ کی وجہ سے یہ دورے پڑ رہے ہیں۔ میں عاجزانہ طور پر اپنے بزرگان اور احباب جماعت کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے بچے کو راحت و برکت کی لمبی زندگی عطا کرے اور اپنی والدہ کے اس صدمہ کی برداشت کی توفیق عطا فرمائے۔

خاکسار محمد عبد اللہ معاون ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

ولادت

برادرم عبد الرشید صاحب ظیاز درویش قادیان کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۶۴-۸-۳۰ کو فرزند عطا فرمایا ہے نومولود کا نام عبد الرزاق رکھا گیا ہے احباب نومولود کی صحت و سلامتی اور درازی عمر کے لئے دعا فرمائیں۔ حکیم بدر الدین عامل درویش قادیان"

لازمی چندہ جات کی ادائیگی دیگر چندوں پر مقدم ہے

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہونا چاہیئے کہ چندہ عام، حصہ آمد اور چندہ جلسہ سالانہ لازمی چندے ہیں۔ جن کی بنیاد خود سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی اور اُن کی باقاعدہ ادائیگی کے متعلق حضور نے یہاں تک تاکید فرمائی۔ کہ:۔

"جو شخص تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرے گا اُس کا نام سلسلہ بیعت سے کاٹ دیا جائے گا اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں اِس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہ سکتا۔" (تبلیغ رسالت)

گویا کہ تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرنے والے۔ کے متعلق یہ ایسا شدید انذار ہے کہ بوجہ سلسلہ بیعت سے کٹ کر حصار احمدیت سے خارج ہو جاتا ہے۔ پھر جائیکہ جو شخص اس سے زیادہ عرصہ کئی ماہ یا سالہا سال سے چندہ نہ دیتا ہو۔ ایسا شخص خود اپنے انجام کے متعلق قیاس کر سکتا ہے لازمی چندہ جات کی اہمیت اور فرضیت کے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بھی۔ مطالبہ تحریک جدید کا اعلان فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ:۔

"تحریکِ جدید میں اُنہی لوگوں سے چندہ لیا جائے گا جو اپنے بقائے ادا کریں گے اور مستقل چندہ بھی پوری طرح دیں گے ہر وہ شخص جن کے ذمہ (لازمی) چندوں میں سے کوئی نہ کوئی بقایا ہے یا ہر وہ جماعت جس کے چندوں میں بقائے ہوں وہ فوراً اپنے اپنے بقائے پورے کرے۔ اور آئندہ کے لئے چندوں کی ادائیگی میں باقاعدگی کا نمونہ دکھائیں جو جماعتیں میرے اِس حکم کے مطابق اپنے بقایوں کو ادا کرتے ہوئے فریضہ چندہ میں باقاعدگی اختیار کریں گی میں سمجھوں گا کہ اُنہوں نے اپنے اقرار کو پورا کیا اور آئندہ کی جدوجہد میں اُن پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔"

حضور کے مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں جملہ احباب جماعت اور عہدیداران کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں میں اس امر کا جائزہ لیں کہ کیا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی ان واضح ہدایات کے باوجود کوئی شخص فرض چندوں کو نظر انداز تو نہیں کر رہا۔ کیونکہ اس وقت جماعت کے سامنے بعض اور اہم تحریکات بھی ہیں۔ اور یہ ممکن ہے کہ بیک وقت متعدد تحریکات میں حصہ لینے کی وجہ سے کوئی شخص فرض چندوں میں تغافل اختیار کرے سو یاد رہے کہ ایسے شخص کی مثال ایسی ہو گی جس طرح کہ کوئی شخص فرض نماز کو ترک کر کے کثرت نوافل میں مشغول ہو جائے یا رمضان المبارک کے فرض روزوں کی بجائے نفلی روزوں پر زور دینا شروع کر دے۔ لیکن جس طرح ایسا کرنا بجائے فائدہ کے انسان کو قابل مؤاخذہ بناتا ہے۔ اسی طرح دیگر طوعی تحریکات میں شمولیت کی بنا پر فرض چندوں میں کوتاہی اور سستی اختیار کرنے والا انسان اللہ تعالےٰ کے نزدیک قابل مؤاخذہ ہے۔ البتہ جس طرح فریضہ اعمال و عبادات بجا لانے کے ساتھ ساتھ نفل یقینی طور پر ترقی درجات کا موجب ہوتے ہیں بالکل اسی طرح لازمی چندہ جات کی باقاعدہ ادائیگی کے ساتھ ساتھ دیگر طوعی تحریکات میں حصہ لے کر مالی قربانیوں کا بہترین نمونہ پیش کرنا اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور رضا کا موجب ہوتا ہے۔

اس لئے امید ہے کہ جملہ احباب جماعت اور عہدیداران کرام لازمی چندہ جات کے تقدم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی اپنی جگہ وصولی چندہ جات کا محاسبہ کر کے اپنی جماعتوں کے بقایا دار اور سست افراد کی تربیت و اصلاح کی طرف فوری توجہ دیں گے۔ کیونکہ موجودہ مالی سال کے چار ماہ گذر جانے کے باوجود ابھی متعدد جماعتیں ایسی ہیں جن کی طرف سے لازمی چندہ جات کی وصولی میں کوتاہی ہو رہی ہے۔ اس سلسلہ میں تمام جماعتوں کو ہر ماہ ان کے ذمہ موجودہ بقایا کی پوزیشن سے اطلاع بھجوا دی جاتی ہے تاکہ احباب جماعت کو اپنے مالی فرائض سے عہدہ برآ ہونے میں آسانی رہے۔

لہٰذا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام صدر صاحبان اور سیکرٹریان مال کو ابھی سے فکر کے ساتھ بہ وجہ شروع کر دینی چاہیئے تاکہ آئندہ مالی سال تک نہ صرف موجودہ مالی سال کی وصولی سو فیصدی بجٹ کے مطابق ہو سکے بلکہ سالہا سال کے بقایا جات کی رقوم کا بیشتر حصہ بھی بے باق ہو جائے۔ باقاعدہ ..... سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنا فرمانبردار صحیح رنگ میں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ ہم اپنے "دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے" وعدہ بیعت کو پورا کر سکیں۔ آمین

ناظر بیت المال قادیان

یاد رکھو یہ تحریک خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے

یاد رکھو یہ تحریک خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے اس لئے وہ اسے ضرور ترقی دے گا اور اس راہ میں جو روکیں ہوں گی ان کو بھی دور کر دے گا۔ اور زمین سے اس کے سامان پیدا نہ ہوں گے تو آسمان سے خدا تعالےٰ اس کو برکت دے گا۔

مبارک ہیں وہ جو بڑھ بڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا نام ادب و احترام سے اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا اور خدا تعالےٰ کے دربار میں یہ لوگ خاص عزت کا مقام پائیں گے۔ کیونکہ اُنہوں نے خود تکلیف اُٹھا کر دین کی مضبوطی کے لئے کوشش کی اور ان کی اولادوں کا اللہ تعالےٰ خود متکفل ہوگا۔ اور آسمانی نور ان کے سینوں سے ابل کر نکلتا رہے گا اور دنیا کو روشن کرتا رہے گا۔

اللہ تعالےٰ کے لئے قربانی کرنے میں کبھی بخل نہیں کرنا چاہیئے خدا تعالےٰ کے رستہ میں کبھی قربانی کرنے والا کبھی ضائع نہیں ہوتا۔

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

وکیل المال تحریک جدید قادیان

لازمی چندہ ــــ تحریکِ جدید

بعض احباب اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ چندہ تحریکِ جدید طوعی چندہ ہے۔ وہ اب اوقات استطاعت کے باوجود اس کے ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں یا حیثیت سے بہت کم قربانی پیش کرتے ہیں۔ پس ایسے احباب کی اطلاع کے لئے وضاحت کی جاتی ہے کہ گذشتہ ۱۹۵۲ء کے جلسہ سالانہ میں حضور کے اس ارشاد نے جملہ افراد جماعت کو تحریکِ جدید کے مالی جہاد میں شامل ہونے کے لئے مکلف کر دیا ہے۔ حضور نے فرمایا:۔

"اب مَیں نے اس چندہ کو لازمی کر دیا ہے۔ جماعت کے ہر مرد اور عورت کا فرض ہے کہ اس میں حصہ لے۔"

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کم از کم کس قدر رقم اس میں شمولیت اختیار کی جا سکتی ہے۔ سو احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مارچ ۱۹۶۳ء سے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید کی کم از کم شرح ..... روپیہ سالانہ مقرر فرما دی ہے۔

جملہ امراء و صدر صاحبان جماعت سے نیز مبلغین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنے حلقہ میں اس کی پابندی کروائیں۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔

وکیل المال تحریکِ جدید قادیان

اضافہ مال کا گُر

(از سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

"اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا۔ بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال چھوڑتا ہے وہ ضرور اُسے پائے گا جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہیئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔"

(ناظر بیت المال قادیان)

خبریں

نئی دہلی ۱۳؍ اگست۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا خاص اجلاس کل شام ختم ہو گیا۔ اس بحث کے لئے جو ۸۰ غیر سرکاری ریزولیوشن موصول ہوئے تھے۔ ان میں سے ۸۵ کو ورکنگ کمیٹی کو ریفر کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ مسٹری ٹی بے پٹیل نے کامراج پلان کے خلاف جو ریزولیوشن پیش کیا تھا۔ اسے سات گھنٹے کی بحث کے بعد واپس لے لیا گیا۔ کل سارا دن کامراج پلان پر جو بحث ہوئی۔ اس میں کئی ممبران نے پلان پر نکتہ چینی کی۔ اور کہا کہ اس کا اصل مقصد پورا نہیں ہوا۔ اس لئے اسے ختم کر دیا جائے۔

ریزولیوشن کے محرک شری مہیش نے کہا کہ پلان کا اصل مقصد کچھ اور آدمیوں کو حکومت سے الگ کرنا تھا۔ شری لال بہادر شاستری۔ شری جی بی این دھیبر۔ شری مہاویر تیاگی۔ اور شری بیجو پٹنائک وغیرہ نے کامراج پلان کے حق میں تقریریں کیں۔ اور آخر یہ ریزولیوشن واپس لے لیا گیا۔

نئی دہلی ۱۳؍ اگست۔ امریکہ میں تعینات پاکستانی سفیر نے امریکہ کے ایک ہیر مسٹر گروننگ کو لکھے گئے ایک خط میں اعتراف کیا ہے کہ پاکستان کو امریکہ سے مل رہی ... کروڑ ڈالر کی امریکی فوجی امداد پاکستان سرکار بھارت کے خلاف استعمال کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

لاہور ۱۳؍ اگست۔ پاکستان کے صدر مسٹر ایوب نے کہا ہے کہ ... اپنی ... پالیسیوں کی تکمیل کی ... امداد کو ... رکھنا چاہتا ہے۔ صدر ایوب بھارتی وزیر ڈیفنس دہلی کے حالیہ دورہ ... پر اخبار نمائندگان کے پوچھنے پر تبصرہ کر رہے تھے۔ چنانچہ آپ نے کہا کہ بھارت کی یہ کوشش ہے کہ وہ ایک عظیم فوجی طاقت بن جائے۔ اور ایشیا ... کی جگہ لے لے۔ جیسے ایک اور سامراجی طاقت سمجھا جائے۔ جہاں تک چین اور پاکستان ... خطرہ کی باتیں ہیں۔ یہ سب ڈھونگ ہیں۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ امریکہ اور روس کو بھی اس بات کا علم ہے۔ صدر ایوب نے مزید کہا کہ اس امر کی اطلاعات مل رہی ہیں کہ بھارت ایک ایٹمی طاقت بننے کی راہ پر گامزن ہے۔

نئی دہلی ۱۳؍ اگست۔ ہوم منسٹر شری لال بہادر شاستری نے اس خیال کو بالکل غلط قرار دیا ہے کہ سوزگیوں پر دھان منتری کا پنڈت نہرو نے اپنی پوزیشن مضبوط بنانے کی غرض سے اپنے مخالف منسٹروں کو کانگریس پارٹی کا کام کرنے کے لئے چن لیا تھا۔ چنانچہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی میٹنگ میں کامراج پلان پر بحث کے دوران مداخلت کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ میرا پنڈت نہرو کے ساتھ لگ بھگ ۴۸ سال تک نزدیکی تعلق رہا ہے اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ اس طریقہ سے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ ایسے جوڑ توڑ اور چالوں سے بہت دور ہیں۔ آپ نے کامراج پلان کی وضاحت میں کئی منٹ تک تقریر کی اور بتایا کہ یہ پلان کس طرح بنا اور عمل میں آیا اور کہاں بنا تک۔ مجھے علم ہے یہ پلان شری کامراج نے بنایا۔ جس سے وہ انکار نہیں کر سکتے۔ یہ پنڈت نہرو کے دماغ کی اختراع نہیں۔ آپ نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ بحث کے دوران کامراج پلان کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے۔

فیروز پور ۱۳؍ اگست۔ محکمہ منتری کامریڈ رام کشن نے فیروز پور کے حالیہ دورہ کے دوران موگا میں ایک تقریر میں انکشاف کیا کہ پنجاب میں ہر سال چار کروڑ روپیہ کے ٹیکسوں کی چوری ہوتی ہے۔ آپ نے کہا کہ جو لوگ حکومت کو ٹیکس نہیں دیتے بلا شبہ وہ قومی خزانہ کی رقم ہضم کر لیتے ہیں وہ دیش کے مفاد کے خلاف کام کرتے ہیں۔

جموں ۱۳؍ اگست۔ آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ نوشہرہ سیکٹر کے مختلف مقامات پر پاکستانی اور بھارتی فوجوں کے تصادمات پر ایک پاکستانی اور ایک بھارتی فوجی ہلاک ہوا جبکہ کئی پاکستانی زخمی ہوئے۔

ڈھاکہ ۱۳؍ اگست۔ اطلاع ہے کہ پرسوں جب صدر ایوب نے چٹاگانگ ... یونیورسٹی کا سنگ بنیاد رکھا تو ... کے طلباء کی طرف سے صوبہ گیر ہڑتال کرائی گئی۔ اور اس موقعہ پر کئی جگہوں پر تشدد آمیز مظاہرے ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ طلباء کے ... گروہوں نے چٹاگانگ کے ... مسافر گاڑیوں پر حملے کئے۔ ایمبولینس روک دیں۔ طلباء کی طرف سے ڈھاکہ جانے والی ریل گاڑیوں پر پتھراؤ کیا گیا۔ جس سے بہت سے اشخاص جن میں سرکاری ملازم اور جرنلسٹ بھی ہیں جو کہ چٹاگانگ یونیورسٹی کے سنگ بنیاد کی رسم میں شمولیت سے واپس آ رہے تھے زخمی ہو گئے۔ ڈھاکہ میں یونیورسٹی کے احاطہ کے اندر پولیس نے مظاہرہ کرنے والے طلباء پر آنسو گیس چھوڑی۔ طلباء بعض جگہوں پر چھپ کر پولیس پر خشت باری کر رہے تھے۔ چنانچہ پولیس نے بہت سے طلباء کو گرفتار کر لیا۔ طلباء کا مطالبہ ہے کہ حکومت طلباء کے خلاف سخت گیری کی پالیسی ترک کرے۔ لوگوں کے جمہوری حقوق بحال کئے جائیں۔ اور سیاسی لیڈروں کو رہا کر دیا جائے۔

پیکنگ ۱۳؍ اگست۔ چین کی سرکاری خبر رساں ایجنسی نے کہا کہ اس بات کی کوئی وجہ نہیں کہ بھارت سرکار چین کو لداخ کے غیر فوجی رقبہ سے اپنی سویلین چوکیاں ہٹا لینے کا مطالبہ پیش کرے۔ چینی ایجنسی نے یہ بیان بھارت کے وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ کے حالیہ بیان کی پر تبصرہ کرتے ہوئے جاری کیا ہے۔ سردار سورن سنگھ نے کہا تھا کہ اگر چین واقعی اپنی چوکیاں ہٹا لے تو کولمبو تجاویز میں درج ایک شرط ... پوری ہو جائیگی یاد رہے کہ چین کی طرف سے چوکیاں ہٹائے جانے کی امید ... ظاہر کی گئی تھی۔ اب چین کی سرکاری خبر رساں ایجنسی نے جو بیان شائع کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چین کولمبو تجاویز کو منظور کرنے سے برابر انکار کر رہا ہے لیکن جو خوش فہمی ظاہر کی گئی تھی وہ غلط ثابت ہوئی ہے چین کی سرکاری خبر رساں ایجنسی کے بیان سے ایک بار پھر پتہ لگ گیا ہے کہ وہ سرحدی جھگڑے کے تصفیہ کیلئے پُر امن طریقے اپنانے ...

جماعت احمدیہ حیدر آباد کے زیر اہتمام

ایک الوداعی اور استقبالیہ تقریب

مرسلہ مکرم محمد صادق صاحب سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ حیدر آباد دکن

مکرم الحاج چوہدری مبارک علی صاحب فاضل حیدر آباد میں تقریباً تین سال تک انچارج احمدیہ مسلم مشن آندھرا پردیش کے فرائض نہایت ہی حسن و خوبی سے سر انجام دیتے رہے۔ موصوف اب اس عہدہ سے سبکدوش ہو کر نائب ناظر امور عامہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے عہدہ پر فائز ہو گئے ہیں۔ ان کے اس مستقل تبادلہ کے موقعہ پر جماعت احمدیہ حیدر آباد و سکندر آباد نے اپنی محبت و خلوص کا اظہار کرنے اور انہیں الوداع کہنے کے لئے نیز ان کی جگہ پر بطور انچارج احمدیہ مسلم مشن آندھرا پردیش آنے والے مبلغ مکرم مولوی محمد عمر صاحب فاضل کو خوش آمدید کہنے کے لئے مورخہ ۱۰؍ اگست ۱۹۶۳ء بوقت شام ۴ بجے احمدیہ جوبلی ہال میں ایک خصوصی جلسہ زیر صدارت مکرم الحاج سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعت منعقد کیا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم خوانی کے بعد مکرم محمد شمس الدین صاحب سیکرٹری تعلیم و تربیت نے اس جلسہ کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ اس کے بعد خاکسار نے سپاسنامہ پڑھ کر سنایا جس میں محترم مولوی مبارک علی صاحب کے تبلیغی و تربیتی کاموں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تمام افراد کی طرف سے ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا گیا۔ اور ان کے حق میں دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ سے زیادہ دینی خدمات بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ حیدر آباد میں نئے آنے والے مبلغ مکرم مولوی محمد عمر صاحب کو بھی خوش آمدید کہا گیا۔ اور ان سے امید ظاہر کی کہ اس جماعت کو تبلیغی تعلیمی و تربیتی رنگ میں آگے ہی آگے لے جانے میں ہمہ تن مصروف رہیں گے۔ اور ساتھ ہی مکرم خواجہ عبد الحمید صاحب الغفاری سابق قائد مجلس خدام الاحمدیہ کو الوداع کہا گیا۔ اور مکرم سید خورشید صاحب منتخبہ قائد کو اپنے نئے عہدہ پر مبارکباد دی گئی۔

اس کے بعد جماعت احمدیہ سکندر آباد۔ یادگیر اور حیدر آباد کی طرف سے مکرم سیٹھ یوسف احمد الدین صاحب مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل یادگیری اور مکرم محمد عبد اللہ صاحب بی۔ ایس۔ سی۔ ایل ایل۔ بی نے موقعہ و محل کے مطابق تقاریر فرمائیں۔

مکرم انصاری صاحب اور مکرم سید خورشید صاحب کی جوابی تقریروں کے بعد مکرم مولوی محمد عمر صاحب فاضل نے اپنی جوابی تقریر میں تمام افراد جماعت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ احمدیت ہی کی برکت ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہم سب احمدیوں کے درمیان محبت اور خلوص کے عدیم المثال جذبات پیدا کئے ہیں۔ ... اور اخوت و محبت کے مضبوط نظام کو برپا کر دیا ہے۔ آپ نے تمام جماعت سے یہ امید ظاہر کی کہ اس عظیم ذمہ داری کو جو کہ انہیں سونپی گئی ہے سنبھالنے میں تمام افراد جماعت ان کے ساتھ تعاون فرمائیں گے۔

اس کے بعد مکرم چوہدری مبارک علی صاحب فاضل نے اپنی جوابی تقریر میں ایک مبلغ کے فرائض اور ذمہ داریوں کی طرف روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ اس تین سال کے عرصہ میں جماعت نے میرے ساتھ جس قسم کی عقیدت اور خلوص کا مظاہرہ فرمایا ہے میرا دل اس کے لئے شکریہ کے جذبات سے لبریز ہے۔ اور آخر میں درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے اہم فرائض کی سر انجام دہی میں ہر قسم کی تائید و نصرت سے نوازے۔ آمین۔

مکرم صدر صاحب کی صدارتی تقریر اور دعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔ اس کے بعد ایک گروپ فوٹو لیا گیا اور تمام حاضرین کی چائے سے تواضع کی گئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مبلغین کرام کے سر پر ہو۔ آمین ثم آمین۔